یا اللہ جل جلالہٗ

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النحل ۴۳)
اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تم علم نہیں رکھتے

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

حدائق الحق لمن اراد اتباع الحق

تصنیف
فخر المتاخرین العالم
العارف باللّٰہ
مفسر کلام اللّٰہ تعالیٰ وخادم
حدیث رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم
الشیخ
السید احمد علی شاہ
الحنفی الترمذی الماتریدی
السیفی
النقشبندی الجشتی القادری السهروردی

ناشر
جامعہ امام ربانی
مجدد الف ثانی رحمہ
اللّٰہ تعالیٰ فقیر کالونی
اورنگی ٹاؤن
نمبر ۱۰ کراچی غربی

نام کتاب: حدائق الحق لمن أراد اتباع الحق

تصنیف و تالیف: پیر طریقت رہبر شریعت آفتاب ہدایت حضرت علامہ سید احمد علی شاہ سیفی نقشبندی دامت برکاتہم القدسیہ

تعلیق و ترتیب: پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ صاحبزادہ سید عبد الحق شاہ ترمذی سیفی نقشبندی دامت برکاتہم القدسیہ

طباعت اول: مئی ۲۰۲۴ء بمطابق ذوالقعدہ ۱۴۴۵ھ

طباعت ثانی:

کمپوزر: صوفی سید فرحان الحسن سیفی

ناشر: جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی، فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن، کراچی

فہرست

فہرست

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

الحمد للہ الذی من علی المؤحدین المؤمنین بجعل المامور بہ علی نوعین وزین قلوب العلماء بنور العرفان والصلاۃ والسلام علی خیر الوریٰ ورسول الثقلین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ امابعد:

المقدمة

ا۔ وقت سے متعلق مامور بہ مقید وقت کے ساتھ۔ وقت سے متعلق مامور بہ وہ ہے جس میں مامور بہ ایک خاص وقت سے مقید نہ ہو۔ بلکہ جب بھی ادا کریں تو مامور بہ ادا ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال میں صاحبِ حسامی نے زکوٰۃ اور صدقہ فطر اور عشر، کفارات، رمضان کی قضاء اور نذر مطلق شمار کی ہے۔[1]

علماء شریعت میں سے جس کا اجتہاد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مشہورہ کے خلاف ہو یا کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کے خلاف سنتِ غریبہ پر عمل کرنا ہو تو مردود اور باطل ہے، اور بالکل عذر ہے ہی نہیں۔[2]

دوسری قسم کی مثال نوافل ہیں اور نوافل کا حکم یہ ہے کہ ان کے کرنے پر کرنے والے کو ثواب دیا جاتا ہے، کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادت کرنا سبب ثواب ہے۔[3]

اس لئے کسی کو بھی جائز نہیں کہ اس کو ناجائز یا بدعت وحرام کہے۔

اسی طرح اپنی رائے سے تفسیر کرنا ممنوع ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے قرآن کے اندر اپنی عقل سے کچھ کہا اسے چاہیئے اپنا ٹھکانہ آگ میں تلاش کرے اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جس شخص نے بغیر علم کے قرآن میں کچھ کہا اسے چاہیئے کہ وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں تلاش کرے۔ (ترمذی)[4]

---

[1] (حسامی مع نامی، ص ۷۱)
[2] (حسامی مع نامی، ص ۳۱۱)
[3] (حسامی مع نامی، ص ۱۲۴)
[4] (مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱، ص ۷۹، الناشر: المكتب الإسلامي - بيروت)

وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَأَصَابَ فقد أخطأ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ وَأَبُو دَاوُد)

اور حضرت جندب راوی ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا اور وہ حقیقت وواقع کے مطابق بھی ہو تو اس نے تب بھی غلطی کی۔[1]

اس لئے ہم پر لازم ہے کہ اپنے خواہشات سے مکمل پرہیز کرکے خلاف دلائل شریعت سے نہ کہی اور قواعد دین کی مکمل اتباع کریں تاکہ عذاب آخرت سے محفوظ رہیں لہٰذا اس سلسلہ میں عصامی کی تحقیق بھی سن لیجیۓ۔

عصام شرح بیضاوی میں ہے کہ:

استقباح ما جعل اللہ مندوبا ایضا کفر۔

یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نے مندوب کیا ہو اس کا قبیح گردانا بھی کفر ہے۔[2]

لہٰذا احتیاط ضروری ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: "إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللہِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ: عَالِمٌ لَا يَنْتَفِعُ بِعِلْمِهِ". رَوَاهُ الدَّارِمِيّ۔

ترجمہ: صاحب مشکوٰۃ نے دارمی سے نقل کیا ہے، حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن خدا کے نزدیک مرتبہ میں سب سے بدتر وہ عالم ہے جس نے اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھایا۔[3]

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللہُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «من سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ». رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُد وَالتِّرْمِذِيّ۔

ترجمہ: اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: جس شخص سے علم کی کوئی ایسی بات پوچھی گئی جو اسے معلوم تھی مگر اس نے چھپائی (یعنی بتائی نہیں) تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی، اھ۔

اور کہا کہ اس کی روایت احمد، ابو داؤد اور ترمذی نے کی ہے اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔[4]

---

[1] (مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱، ص ۷۹، الناشر: المكتب الإسلامي - بيروت)

[2] (بیضاوی درسی، حاشیہ نمبر ۸)

[3] (مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱، ص ۸۹، الناشر: المكتب الإسلامي - بيروت)

[4] (مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱، ص ۷۷، الناشر: المكتب الإسلامي - بيروت)

علماء کرام کی خصوصی توجہ کے لئے ضروری بات

السکوت عن الحق

ان السکوت عن الحق حرام قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم الساکت عن الحق شیطان اخرس کذا فی الاسرار۔[1]

اور تلویح میں ہے:

فَإِنَّ الْوَاجِبَ عَلَيْهِ أَنْ يُبَيِّنَ مَذْهَبَهُ وَمَا هُوَ حَقٌّ عِنْدَهُ لِئَلَّا يَكُونَ شَيْطَانًا أَخْرَسَ ,بِسُكُوتِهِ عَنْ الْحَقِّ۔

یعنی حق سے خاموشی حرام ہے اور حق سے خاموشی اختیار کرنے والا گونگا شیطان ہے۔ پس اپنا مذہب اور جو اس کے ہاں حق ہو وہ اس پر واجب ہے کہ بیان کرے۔[2]

اور مندرجہ بالا نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کیا۔ دعا ہے اللہ پاک حق بیان کرنے کی توفیق دے، آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بحث اول: نیک اعمال میں سبقت حاصل کرنا مطلوب شرعًا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (البقرۃ ۱۴۸)

ترجمہ: تو یہ چاہو کہ نیکیوں میں اوروں سے آگے نکل جائیں۔

اور

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (المائدۃ ۴۸)

توبھلائیوں کی طرف سبقت چاہو۔

فسارعوا إلى ما هو خير لكم في الدارين من العقائد الحقة والأعمال الصالحة المندرجة في القرآن الكريم وابتدروها انتهاز اللفرصة وإحراز الفضل السبق والتقدم, فالسابقون السابقون أولئک المقربون۔

---

[1] (المستصفی للامام النسفی، کتاب الصلاۃ، ج ۱، ص ۳۵۷، ص ۵۰۸، شرح النووی علی صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۰، شذرات الذھب، ج ۳، ص ۱۸۰، نور الانوار، ص ۲۱۹، صحیح مسلم، ج ۱، ص ۵۰، باب الحث علی اکرام الجار، سنگین فتنہ، ص ۹۵، اصول تکفیر جدید ایڈیشن، ص ۱۷۱، التفسیر الکاشف، ج ۵، ص ۳۲)

[2] (معدن الاصول شرح اصول الشاشی، ص ۳۵۲، طریقہ محمدیہ، ج ۲، ص ۸۶، شرح التلویح علی التوضیح، ج ۳، ص ۲۰)

ترجمہ: قرآن پاک میں ذکر عقائد حقہ اور نیک اعمال میں سبقت کرو یہ آپ کے لئے دونوں جہانوں میں خیر ہے۔ فرصت کو غنیمت سمجھ کر اس میں جلدی کرو، سبقت اور تقدم کو حاصل کرنے کے لئے اور جو اعلیٰ درجہ کے ہیں وہ اعلیٰ درجہ کے ہیں وہ خاص قرب الٰہی والے ہیں۔[1]

اعمال صالحہ میں جلدی کرنا پیغمبروں کا شیوہ ہے

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانبیاء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام اور نوح علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام اور ایوب علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام اور ذوالکفل علیہ السلام اور ذوالنون علیہ السلام اور زکریا علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کے ذکر کر کے فرمایا:

إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ (الأنبياء ۹۰)

انھم سے مراد وہ سب لوگ ہیں جن کا ذکر اسی سورت میں آچکا ہے۔[2]

أُولَئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ (المؤمنون ۶۱)

ترجمہ: یہ لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی سب سے پہلے انہیں پہنچے۔

یعنی یہ اہل ایمان واہل تقویٰ ہی نفع حاصل کرتے ہیں۔[3]

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ (۱۰) أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ (۱۱) فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ (الواقعة ۱۲)

ترجمہ: اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے، وہی مقربِ بارگاہ ہیں، چین کے باغوں میں۔

مراد حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور پھر اُن کے بعد اولیاء اُمت اور متقین کاملین ہیں والسابقون یعنی اپنی طاعت وعبدیت کے لحاظ سے درجہ اول والے اے السابقون الی الخیر و السابقون الی طاعۃ اللہ۔

السابقون: یعنی اجر وصلہ اور مرتبہ اُخروی کے لحاظ سے درجۂ اول والے۔

ای السابقون الی الجنۃ السابقون الی رحمۃ سبحانہ۔[4]

اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا:

وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا (لقمان ۳۴)

ترجمہ: اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی۔

---

[1] (روح المعانی، ج۳، ص ۳۲۲، الناشر: دار الکتب العلمیۃ - بیروت)
[2] (تفسیر ماجدی، ج ۲، ص ۶۷۲، حاشیہ ۱۲۴)
[3] (تفسیر ماجدی، ج ۲، ص ۷۰۳، حاشیہ ۵۴)
[4] (تفسیر ماجدی، ج ۲، ص ۱۰۶۸، تاج کمپنی، کراچی)

ضروری وضاحت

شرع کی مقدرات اور مفروضات کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ وہ جو زیادت اور نقصان دونوں منع کرتا ہے وہ حدود ہے۔

۲۔ وہ جو نہ زیادت منع کرتا ہے اور نہ نقصان جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا، اس میں نقصان منع نہیں کہ کل سے قبل کیا کرے گا اور زیادہ بھی منع نہیں کہ کل کے بعد کیا کرے گا، ان دونوں کا کسی کو علم نہیں اور یہی وجہ ہے کہ کہا گیا ہے: آج کا کام کل پر مت ڈالو۔

۳۔ وہ ہے جو زیادت منع کرتا ہے مگر نقصان منع نہیں کرتا اور وہ خیار شرط ہے۔

۴۔ اور وہ ہے کہ کمی ونقصان منع کرتا ہے مگر زیادۃ منع نہیں کرتا جیسا کہ مدت سفر ہے۔(**کمافی علم اصول فقه**)

مغیبات خمسہ سے ہے:

عن النبی صلی الله علیه وسلم مفاتح الغیب خمس وتلا هذه الآیة وعن ابن عباس رضی الله عنهما من ادّعی علم هذه الخمسة فقد کذب۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے روایت ہے: غیب کی چابیاں پانچ ہیں، اور آپ نے اس آیت مبارکہ کو تلاوت فرمایا، اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ جس نے ان پانچ مغیبات کے علم کا دعویٰ کیا تو یقیناً اس نے جھوٹ کہا۔[1]

روح المعانی کا فتویٰ

وَمَاتَدْرِي نَفْسٌ أي كل نفس برة كانت أو فاجرة كمايدل عليه وقوع النكرة في سياق النفي ماذاتَكْسِبُ غَداًأي في الزمان المستقبل من خير أو شر، اهـ۔

کوئی شخص نہیں جانتا خواہ نیک ہو یا بدکار جیسا کہ اس پر نفی کے بیان میں واقع ہونا دلیل ہے، کل کیا کرے گا؟ آنے والے وقت میں نیک عمل یا بد عمل۔[2]

یعنی یہ گارنٹی کوئی دے سکتا ہے کہ وقت موجودہ کے بعد میں زندہ ہوں گا اور مال و دولت بھی ہو گا یا نہیں؟ لہٰذا مقدر بر نیکی جلد از جلد کر لینی چاہیئے اور نیک اعمال کرنے کے لئے تاریخیں نہ دے۔

ویترک التسویف فإنه ورد: هلک المسوفون۔ قبول توبه برر ب کریم فعجل إن في التأخیر آفات۔

---

[1] (تفسیر مدارک، ج۲، ص۷۲۳، الناشر: دار الکلم الطیب، بیروت)

[2] (روح المعانی، ج۱۱، ص۱۰۷، الناشر: دار الکتب العلمیة-بیروت)

کیونکہ آیاہے تاخیر کرنے اور کہنے والے کو کروں گا ہلاک۔ توبہ قبول کرنارب کریم پر ہے۔تو جلدی کر ویقینًا تاخیر میں بہت آفتیں ہیں۔[1]

هَلَکَ الْمُسَوِّفُونَ۔

تاخیر کرنے والے ہلاک ہوئے (کہ کہے یہ کام کل کروں گا۔)[2]

حضرت علامہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث بیان کی ہے اس میں ہے:

یاعلي لاتکونن فتاناولامختالاولاتاجراإلاتاجرخیرفإن أولئک مسوفون في العمل۔

رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایااے علی بہت فتنہ میں ڈالنے والے اور نہ تکبر کرنے والے اور نہ تجارت کرنے والے، بغیر خیر تجارت کرنے والے مت بنو اس لئے کہ بے شک یہ لوگ عمل کرنے میں تاخیر کرنے والے ہیں۔[3]

هلک المسوفون۔

تاخیر کرنے والے ہلاک ہوئے۔[4]

بحث الامل: یہ آفات دل سے دسویں آفت ہے۔(تفصیل وہاں ملاحظہ ہو۔)[5]

وروي عن ابن عباس رضي الله عنهما عن النبي أنه قال: "هلک المسوفون"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فریا تاخیر کرنے والے ہلاک ہوئے، جو کہتے ہیں ہم توبہ کرلیں گے۔[6]

مذکورہ کی طرح سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی نے بھی بحث توبہ میں ذکر کی ہے۔[7]

قاعدہ شرعیہ

اذا العبرۃ بعموم اللفظ لا بخصوص السبب۔

---

1 (روح البیان، ج۴، ص۱۱۷، دار النشر/دار إحیاء التراث العربی)
2 (احیاء العلوم، ج۲، ص۶۰، نورانی کتب خانہ، پشاور)
3 (مسند امام احمد بن حنبل، ج۷، ص۲۹۷)
4 (بریقۃ شرح طریقۃ محمدیۃ، ج۲، ص۳۱۱)
5 (مختصر منہاج القاصدین، ج۱، ص۲۶۷، فصل فی الدواء التوبۃ، طریقۃ علاج دل وعقد، دار البیان، دمشق لنجم الدین المدسی المتوفی ۶۹۲ھ)
6 (الغنیۃ لطالبي طریق الحق عز وجل، ص۱۸۹ فصل فی شروط التوبۃ وکیفیتھا، دار الفکر، بیروت، تنبیہ الغافلین لابی اللیث ثمرقندی حنفی، ص۵۲، دار الفکر بیروت)
7 (غنیۃ الطالین، ص۱۸۹)

یعنی اعتبار لفظ کے عموم کے لئے ہے۔ خصوص سب کے لئے معتبر نہیں ہے۔[1]

اذا العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب۔

اعتبار تعمیم لفظ کے لئے ہوتا ہے نہ کہ سبب کی تخصیص کے لئے۔[2]

انا بینا فی اصول الفقہ أن العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب۔

ہم نے اصول فقہ میں بیان کی ہے کہ اعتبار عموم لفظ کے لئے ہے نہ کہ سبب کے خاص ہونے کے لئے ہے۔[3]

و انما الحکم عندنا لعموم اللفظ۔

ہمارے ہاں حکم صرف لفظ کے عموم کے لئے ہوتا ہے۔[4]

شان رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى (٣) إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى (النجم ۴)

خلاصہ تفسیر: اور نہ آپ اپنی نفسانی خواہش سے باتیں بناتے ہیں (جیسا تم لوگ کہتے ہو) افتراء بلکہ ان کا ارشاد تیری وحی سے ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے، (خواہ الفاظ کی بھی وحی ہو) جو قرآن کہلاتا ہے۔ خواہ صرف معانی کی ہو جو سنت کہلاتی ہے اور خواہ وحی جزئی ہو یا کسی قاعدہ کلیہ کی وحی ہو جس سے اجتہاد فرماتے ہوں، پس اس سے نفی اجتہاد کی نہیں۔[5]

بحث دوم: شعب تقویٰ میں جلدی اور دوڑنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ماموربہ ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان اور حکم ہے:

وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ (١٣٣) الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ (آل عمران ١٣٤)

ترجمہ: اور دوڑو اپنے رب کی بخشش اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑان میں سب آسمان وزمین آجائیں پرہیزگاروں کے لیے تیار رکھی ہے۔ وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور رنج میں (یعنی ہر حال میں خرچ کرتے ہیں)۔

بادروا وسابقوا، وقرئ بالأخیر إلی مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ أي أسبابهما من الأعمال الصالحة۔

---

[1] (الفتاویٰ الحدیثہ، لابن ھجر الھیتمی المکی، میر کتب خانہ کراچی، ص ۲۸۸)

[2] (روح المعانی، ج۸، ص ۱۹، مکتبہ امدادیہ، ملتان)

[3] (تفسیر کبیر للامام رازی، ج۴، ص ۲۰۱، الطبع الثانی مطبعة ۱۳۳۴ھ)

[4] (احکام القرآن للجصاص، ج۲، ص ۴۰۸، تفسیر مظھری، ج۳، ص ۳۴۱، بلوچستان بک ڈپو)

[5] (معارف، ج۸، ص ۱۸۹)

دوڑو اور سبقت کرو اپنے رب کی مغفرت اور جنت کو یعنی ان دونوں اسباب میں جو اعمال نیک ہیں۔[1]

أَيْ سَارِعُوا إِلَى مَا يُوجِبُ الْمَغْفِرَةَ وهي الطاعة، وَالْآيَةُ عَامَّةٌ فِي الجميع، ومعناها معني اسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ۔[2]

جیسا کہ صاحب روح المعانی نے فرمایا:

والظاهر العموم ويدخل فيه سائر الأنواع۔[3]

وَهَذِهِ الْآيَة كَقَوْلِهِ فِي سُورَة الْحَدِيد " سَابِقُوا إِلَى مَغْفِرَة مِنْ رَبّكُمْ وَجَنَّة عَرْضهَا كَعَرْضِ السَّمَاء وَالْأَرْض " الْآيَة۔[4]

یعنی ان طاعات وعبادات کی طرف دوڑو جو مغفرت لازم کرتی ہیں۔ اور آیت سب معنی منقول کو عام ہے، اور اس کا معنی فاستبقوا الخیرات کا معنی ہے نیکی میں سبقت کرو۔

آیت عام ہے اس میں سب اقسام نیکیوں کی داخل ہیں اور یہ آیات سورۃ الحدید کی آیات سَابِقُوا اپنے رب کی مغفرت اور جنت کو سبقت کرو کی طرح ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جنت پرہیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ ایسے لوگ (ہیں) جو کہ (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں (ہر حال میں) فراغت میں (بھی) اور تنگی میں بھی۔[5]

سراء و ضراء سے مراد کیا ہے؟

مشکوٰۃ باب ثواب التسبیح والتحمید والتھلیل والتکبیر الفصل الثانی فی حدیث ۵ عن ابن عباس میں سراء والقراء آیا ہے ۱۰ نمبر حاشیہ پر ہے:

ابن عباس في السراء والضراء في حالة الرخاء والشدة، أو الأحوالِ كلها؛ إذ الإنسان لا يخلو عن مسرة أو مضرة، والمقابل للسرور الحزن، وللضر النفع، وفي إيقاع التقابل بين السراء والضراء مزيد التعميم والإحاطة لشمول نقيضهما، كأنه قال: في السرور والحزن والضر والنفع؛ لأن ذكر كلٍّ يقتضي ذكر مقابله، فتضمَّن ذكرَ الكل مع الاختصار، وهذا طريق في البيان يسلكه الفصحاء، وله نظائر۔

ترجمہ: خوشی میں اور سختی، بدحالی میں، جان ومال کے نقصان میں، یعنی خوشی کی حالت اور سختی کی حالت میں اور سارے حالات میں کیونکہ آدمی خوشی، عیش اور سختی اور نقصان سے فارغ نہیں ہو سکتا۔ سرآء خوشی عیش کے مقابل غم ہے اور سختی

---

[1] (روح المعانی، ج۲، ص ۲۷۱، الناشر: دار الكتب العلمية-بيروت)
[2] (تفسیر قرطبی، ج۴، ص ۲۰۳)
[3] (روح المعانی، ج۴، ص ۵۶)
[4] (تفسیر ابن کثیر، ج۱، ص ۴۰۴)
[5] (خلاصۂ تفسیر معارف القرآن، ج۲، ص ۱۸۴)

وبد حالی کے مقابل نفع فائدہ ہے (اور اپنی ضد سے پہچانا جاتا ہے) اور سراء وضراء کو مقابل کرنے میں زیادہ تعمیم ہے اور اپنے عکس و مخالف شامل کرنے کے احاطہ کے لئے ہے گویا ایسا کہا کہ خوشی عیش کی حالت اور غم اور فائدہ اور نقصان میں اس لئے کہ ہر ایک کا ذکر اپنے مد مقابل کا ذکر کرنے کا تقاضا کرتا ہے تو اس میں اختصار کے ساتھ سب کا ذکر ہے اور بیان ہے۔ اور عربی بیان کا طریقہ فصیح لوگ اس کو چلاتے یعنی اس طرح بیان کرتے ہیں اور اس کی بہت نظائر اور امثال ہیں۔ (لمعات)[1]

آیت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ حالت غم میں صدقات کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے جنت تیار کی ہے۔ بعض مفسرین کے تفسیری بیان سے پہلے یہ وضاحت کرنا مطلوب ہے کہ بعض شرک اور بدعات پھیلانے والے کہتے ہیں کہ مردہ کے گھر میں دھواں حرام ہے۔ مگر دونوں جملوں میں گھر سے کون سا گھر مراد ہے اور دھویں سے کون سا دھواں مراد ہے۔

فوت شدہ کا گھر

جس گھر میں مردہ فوت ہوا وہ گھر مردہ کا گھر باقی نہ رہا وہ اس میں رہنے والے زندہ افراد کا گھر ہے، مردہ کا گھر قبر ہی ہے۔

ملاحظہ ہو:

ای الصلوٰۃ فی البیوت کانہ قال لا تکونوا کالموتی الذین لا یصلون فی بیوتھم وھی القبور۔

یعنی گھروں میں نماز ادا کرو گویا یہ کہا کہ مردوں کی طرح نہ بنو جو کہ اپنے گھروں میں نماز ادا نہیں کرتے اور وہ قبور ہی ہیں۔ (یعنی مردوں کے گھر قبور ہی ہیں۔)[2]

نیز اس پر دلیل حدیث بریدہ ہے جس میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب قبرستانوں کو جائے اس طرح ان کو سلام کرو: السلام علیکم اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین۔

مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور فصل اول اور فصل ثالث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم بقیع کو جاتے تو کہتے السلام علیکم دار قوم مومنین، اھ۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مسلمانوں کو سکھایا کرتے تھے کہ وہ جب قبرستان جائیں تو وہاں یہ کہیں: سلامتی ہو تم پر اے گھر والے مؤمنین و مسلمین۔

---

[1] (لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۰۱، لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص ۱۳۴، رقم الحدیث: ۲۳۰۸، مکتبہ علوم اسلامیہ، لاھور)

[2] (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۶۲، حاشیہ ۲)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بقیع تشریف لے جاتے وہاں کہتے سلامتی ہو تم پر اے مومنوں کے دار والے، اھ۔

اور مصنف عبد الرزاق میں ہے کہ نزال بن سیرہ نے فرمایا کہ جب کہ آپ مجھے میری قبر میں داخل کریں تو کہیں: **اللھم بارک فی ھذا البیت**۔ اے اللہ تعالیٰ اس گھر میں برکت فرما۔[1]

الغرض کئی احادیث سے ثابت ہے کہ میت کا گھر قبر ہی ہے اور قبر میں کوئی دھواں کرتے ہیں اور کھانا پکاتے ہیں یہ صرف اہل ضلال کا مکر ہے کہ لوگوں کو گمراہ کرتے رہے ہیں۔ جب ایک مسلمان فوت ہو جائے تو اگر اس کا کچھ ترکہ ہو تو سب سے پہلے اس سے اس کا تجہیز و تکفین کرے۔ تجہیز و تکفین کے بعد اگر کچھ مال باقی ہو اور اس پر قرض ہو تو وہ مال قرض میں ادا کیا جائے گا۔ اور اگر قرض نہ ہو یا قرض ادا کرنے کے بعد کچھ باقی ہو اور مردہ نے وصیت کی ہو تو ایک تہائی تک اس سے وصیت کا مال نکالا جائے گا اور اگر وصیت نہ کی ہو یا وصیت ادا کرنے کے بعد مال و دولت باقی ہو تو وہ حق ورثاء ہے، اس میں حاضر، غائب اور چھوٹے بڑے سب شریعت کے مطابق اپنا اپنا حصہ لیں گے۔ مال مشترکہ سے کچھ خیرات وغیرہ کرنے کی تحقیق آئندہ اوراق میں آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور غمزدوں کے لئے عبادت اور نیکی کرنا سبب ہے رفع درجات، کثرت ثواب اور دخول جنت کا ذریعہ نہ کہ گناہ اور بدعت و حرام ہے جس کا بیان فی اسراء وضراء مذکور ہوا۔

ثُمَّ ذَكَرَ تَعَالَى صِفَةَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَقَالَ " الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ " أَيْ فِي الشِّدَّةِ وَالرَّخَاءِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَالصِّحَّةِ وَالْمَرَضِ۔ وَفِي جَمِيعِ الْأَحْوَالِ كَمَا قَالَ "الَّذِينَ يُنفِقُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً" وَالْمَعْنَى أَنَّهُمْ لَا يَشْغَلُهُمْ أَمْرٌ عَنْ طَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالَى وَالْإِنْفَاقِ فِي مَرَاضِيهِ وَالْإِحْسَانِ إِلَى خَلْقِه، اھ۔

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کی صفت بیان کی تو فرمایا کہ اہل جنت وہ لوگ ہیں کہ خوشی اور سختی، بدحالی میں مال خرچ کرتے ہیں یعنی شدت اور رخاء پسندیدہ اور ناپسندیدہ، صحت اور مرض میں اور سب حالات میں مال خرچ کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا کہ وہ لوگ جو شب پوشیدہ اور اعلانیہ مال خرچ کرتے ہیں معنی ہے کہ ان کو کوئی امر اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مشغول نہیں کرتے نہ آپ کے مراض میں انفاق سے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے احسان کرنے میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی۔[2]

(فی السراء والضراء) فی حالتی الرخاء والشدة والیسر والعسر او فی احوال کلھا اذا الانسان لا یخلو عن مسرة او مضرة أی لا یخلون فی حال ما بانفاق ما قدروا علیه من قلیل او کثیر، اھ۔

---

[1] (مصنف عبدالرزاق، ج۳، ص۴۹۷، مجلس علمی، کراچی)

[2] (تفسیر ابن کثیر، ج۱، ص۴۰۴، امجد اکیڈمی، لاہور)

ترجمہ: خوشی، بدحالی، خوشی، عیش اور سختی وقحط دونوں حالوں میں اور آسانی ودشواری یاسب حالات میں انفاق کرنا نہیں چھوڑتا اس لئے کہ انسان مسرۃ اور مضرۃ سے خالی نہیں ہوتا، اس لئے کسی بھی حال میں مقدور بھر تھوڑا ہو کہ زیادہ ہو انفاق نہیں کرتاہے۔ نیکی میں مال کو صرف کرتا ہے۔[1]

اور تفسیر روح المعانی، ج۴، ص ۵۸ میں مذکورہ تحقیق کے بعد لکھاہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انگور کا ایک دانہ تصدق کیا اور حدیث میں: اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَة۔ دوزخ کی آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ، اگرچہ کھجور کے ایک حصہ سے ہو۔[2]

اور تفسیر خازن میں ہے کہ دونوں حالتوں میں مال خرچ کرنا نہیں چھوڑتے نہ مالداری اور غنی میں نہ فقیری اور محتاجی میں، نہ خوشی میں اور نہ سختی میں اور نہ خوشحالی اور سرور کی حالت میں اور محنت اور بلا کی حالت میں خواہ کہ کوئی شادی میں ہو یا کہ قید میں ہو، ہر حال میں وہ احسان کرنا نہیں چھوڑتا۔[3]

اس طرح اس آیت کریمہ کہ:

قَالَ تعالی: الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً (البقرة ۲۷۴) قيل: إن الآية عامة في الذين ينفقون أموالهم في جميع الأوقات، اه۔

کہا گیاہے کہ آیت ان لوگوں میں عام ہے جو اپنے اموال کو سب وقتوں میں خرچ کرتے ہیں۔[4]

لِأَنَّ الْمَوْتَ لَا يَمْنَعُ التَقَرُّبَ عَنْ الْمَيِّتِ۔

یعنی مردہ کی طرف سے وفات عبادات کو منع نہیں کرتی۔[5]

بحث سوم

أَنَّ الْأَدِلَّةَ السَّمْعِيَّةَ أَرْبَعَةٌ : الْأَوَّلُ قَطْعِيُّ الثُّبُوتِ وَالدَّلَالَةِ كَنُصُوصِ الْقُرْآنِ الْمُفَسِّرَةِ أَوْ الْمُحْكَمَةِ وَالسُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ الَّتِي مَفْهُومُهَا قَطْعِيٌّ، الثَّانِي قَطْعِيُّ الثُّبُوتِ ظَنِّيُّ الدَّلَالَةِ كَالْآيَاتِ الْمُؤَوَّلَةِ، الثَّالِثُ عَكْسُهُ كَأَخْبَارِ الْآحَادِ الَّتِي مَفْهُومُهَا قَطْعِيٌّ، الرَّابِعُ ظَنِّيُّهُمَا كَأَخْبَارِ الْآحَادِ الَّتِي مَفْهُومُهَا ظَنِّيٌّ، فَبِالْأَوَّلِ يَثْبُتُ الْفَرْضُ وَالْحَرَامُ، وَبِالثَّانِي وَالثَّالِثِ الْوَاجِبُ وَكَرَاهَةُ التَّحْرِيمِ، وَبِالرَّابِعِ السُّنَّةُ وَالْمُسْتَحَبُّ۔

---

[1] (تفسیر ابوسعد، ج٦، ص ٣٩٦، تفسیر کبیر، ج٢، ص ٣٩٦، مطبع حسینیہ، مصری)

[2] (روح المعانی، ج١۴، ص ١٠٠، تفسیر کبیر، ج٣، ص ۵٢، مطبوعہ حسینیہ مصری)

[3] (تفسیر خازن، ج٢، ص ٣۵٢)

[4] (تفسیر خازن، ج١، ص ٢۴٩، بیروت)

[5] (ردالمحتار، ج۵، ص ٢٢٩)

سنے ہوئے دلائل چار ہیں: پہلا یہ کہ اس کا ثبوت بھی قطعی اور دلالت بھی قطعی ہو جیسے قرآن مجید کی تفسیر، آیات اور محکم آیات اور وہ متواتر حدیث جس کا مفہوم قطعی ہو۔ دوسری قسم وہ ہے کہ اس کا ثبوت قطعی ہو مگر دلالت ظنی ہو جیسے مؤَل آیات، اور تیسرا اس کا عکس ہے (ظنی الثبوت قطعی الدلالت) وہ اخبار احاد جن کا مفہوم قطعی ہو۔ اور چہارم وہ جن کا ثبوت بھی ظنی ہو اور دلالت بھی ظنی ہو، جیسے وہ اخبار احاد جن کا مفہوم ظنی ہو۔ تو قسم اول سے فرض اور حرام ثابت ہوتا ہے، اور دوسرے اور تیسرے پر واجب اور کراہۃ تحریم ثابت ہوتی ہے اور چوتھے پر سنت اور استحباب ثابت ہوتا ہے۔ (شامی مصری، ج ا، ص ۰ ۷۔ تفصیل وہاں ملاحظہ ہو)[1]

اور کراہت حکم شرعی ہے۔ اس لئے اس کے لئے خاص دلیل ضروری ہے۔[2]

وغیرہ نہ کرنے سے کراہت ثابت نہیں ہوتی۔[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (التوبۃ ۱۱۵)

ترجمہ: اور اللہ کی شان نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت کرکے گمراہ فرمائے جب تک انہیں صاف نہ بتادے کہ کس چیز سے انہیں بچنا چاہیے بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

أی ما یجب اتقائه من الأعمال فلم یتقوه ویستحقون الإضلال۔

یعنی جن اعمال سے بچنا اور پرہیز کرنا واجب ہو مگر وہ پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے گمراہی کا حق دار بن جائے۔ (مظہری)[4]

وَما كانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْماً أي ما يستقيم من لطف الله تعالى و أفضاله أن يصف قوما بالضلال عن طريق الحق ويذمهم ويجري عليهم أحكامه بَعْدَ إِذْ هَداهُمْ للإسلام حَتَّى يُبَيِّنَ لَهُمْ بالوحي صريحا أو دلالة ما يَتَّقُونَ أي ما يجب اتقاؤه من محذورات الدين فلاينزجروا عما نهوا عنه، اه۔

إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ تعليل لما سبق أي إن الله تعالى عليم بجميع الأشياء التي من جملتها حاجتهم إلى البيان فيبين لهم۔

اور اللہ تعالیٰ ایک قوم کو گمراہ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور بھلائی سے درست نہیں ہو سکتا کہ کسی قوم کو طریق سے گمراہی پر موصوف کرے اور ان کی مذمت کرے اور ان پر گمراہی کے احکام جاری کرے۔ اس کے بعد کہ ان کو اسلام کی

---

[1] (شامی مصری، ج ا، ص ۸۶)

[2] (شامی، ص ۴۸۳، شامی مصری، ج ا، ص ۵۲۱، ۶۱۴، شامی، ج۵، ص ۳۶، ص ۳۲۹، ص ۲۶۳)

[3] (تحریر الممتار، ج ا، ص ۱۱۴)

[4] (تفسیر مظہری، ج ۴، ص ۳۱۰)

ہدایت کر دے یہاں تک کہ ان کو وحی صراحتًا یا دلالتًا وہ چیز سے منع بیان نہ کرے جن محذورات دین سے پرہیز کرنا واجب ہو اور وہ ان سے منع نہ ہو جن سے ان کو منع فرمایا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب اشیاء پر عالم ہے اس میں سے وہ بھی ہیں جن کے بیان کی ان کو حاجت اور ضرورت ہے تو ان کو بیان کریں۔ (روح المعانی)[1]

فضیلت انفاق فی سبیل اللہ

ارشاد خداوندی ہے:

مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ وَاللهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (البقرة ٢٦١)

ترجمہ: ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُس دانہ کی طرح جس نے اوگائیں سات بالیں ہر بال میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لیے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ (اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں، وہ سب کو یہ افزونی دے سکتے ہیں مگر ساتھ ہی جاننے والے بھی ہیں، انفاق کرنے والے کی نیت واخلاص اور سب احوال ان کو معلوم ہیں۔)

نیک کام میں خرچ کرنا باعتبار نیت تین قسم کا ہے:

ا۔ نمائش کے ساتھ اس کا کچھ ثواب نہیں۔

۲۔ ادنیٰ درجہ کے اخلاص کے ساتھ اس کا ثواب دس گنا ملتا ہے۔ **مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا (الأنعام ١٦٠)** میں اس ادنیٰ ہی کا بیان ہے۔

۳۔ زیادہ اخلاص یعنی اس کے اوسط یا اعلیٰ درجہ کے ساتھ اس کے لئے اس آیت میں وعدہ ہے دس سے زیادہ سات سو تک علی حسب تفاوت مراتب۔ اور سات سو کے وعدہ کے بعد اور زیادہ کا بھی وعدہ ہو گیا جس کی حد بغیر اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

بعض شرائط قبول انفاق خیر میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (البقرة ٢٦٢)

---

[1] (روح المعانی، ج ١١، ص ٣٩، امدادیہ ملتان)

ترجمہ: ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُس دانہ کی طرح جس نے او گائیں سات بالیں ہر بال میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لیے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

انفاقات کے بطلانِ ثواب کے اسباب

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (البقرة ۲۶۴)

ترجمہ: اے ایمان والو اپنے صدقے باطل نہ کردو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اس کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرے اور اللہ اور قیامت پر ایمان نہ لائے۔(مراد اس سے بقرینہ نفی ایمان کے منافی ہے۔)

مطلب: مقصد یہ ہے بطلان ثواب من واذیٰ اور ریا سے ہوتا ہے، اس لئے ان سے اپنے آپ کو بچانا ہے تاکہ عمل برباد نہ ہو۔

اس طرح لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے منع کرنے والوں کا اس میں خرچہ کی مذمت میں سورۃ الانفال آیت نمبر ۳۵ بیان ہوئی ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنے کا ثواب سورۃ الانفال آیت نمبر ۶۰ میں بیان ہوئی ہے۔

احوال مشترکہ منافقین

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے صدقہ کی ترغیب دی تو ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت سامان لے آئے، منافقین نے کہا کہ یہ ریاکار ہے، دوسرے غریب صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت قلیل سامان لائے۔ منافقین نے کہا کہ یہ اس واسطے لائے ہیں کہ میرا بھی نام ہو جائے۔

اس پر آیت نازل ہوئی، جیسا کہ بخاری شریف وغیرہ میں مذکور ہے، آیت مبارکہ یہ ہے:

الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (التوبة ۷۹)

ترجمہ: یہ (منافقین) ایسے ہیں کہ نفل صدقہ دینے والے مسلمانوں پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں اور (خصوصًا) ان لوگوں پر (اور زیادہ) جن کو بجز محنت و مزدوری (کی آمدنی) کے اور کچھ میسر نہیں ہوتا اور وہ بیچارے اس میں سے ہمت کر کے حاضر کر دیتے ہیں ان پر زیادہ طعن کرتے ہیں یعنی ان سے تمسخر کرتے ہیں (یعنی مطلق طعن تو سب پر کرتے ہیں، اور

ان غریبوں سے تمسخر بھی کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ ان کو تمسخر کا (تو خاص) بدلہ دیں گے اور (ویسے مطلق طعن کا تو یہ بدلہ ملے گا) ان کے لئے (آخرت میں) ویسے مطلق طعن کا یہ بدلہ ملے ہی گا کہ ان کے لئے (آخرت میں) دردناک سزا ہو گی۔

حق اور شریعت کسی کی خواہش کے تابع نہیں

اللہ جل جلالہُ کا ارشاد ہے:

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ بَلْ أَتَيْنَاهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُونَ (المؤمنون ۷۱)

ترجمہ: اور (بفرض محال) اگر (ایسا امر واقع ہو جاتا) اور دین حق ان کے خیالات کے تابع اور موافق ہو جاتا تو (تمام عالم میں کفر و شرک پھیل جاتا اور اس کا اثر یہ ہوتا کہ حق تعالیٰ کا غضب تمام عالم پر متوجہ ہو جاتا اور اس کا مقتضع یہ تھا کہ) تمام آسمان اور زمین اور جو انہیں (آباد) ہیں سب تباہ ہو جاتے۔۔۔ بلکہ (اس سے بڑھ کر دوسرا عیب اور بھی ہے کہ حق کا اتباع جو ان ہی کے نفع کا سامان ہے اُس سے دور بھاگتے ہیں بس) ہم نے اُن کے پس اُن کی نصیحت (اور نفع) کی بات بھیجی سو یہ لوگ اپنی نصیحت سے بھی روگردانی کرتے ہیں۔[1]

یہ ارشاد بھی ہے:

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (الشوریٰ ۲۱)

ترجمہ: کیا ان کے کچھ شریک (خدائی) ہے، جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کر دیا ہے جس کی خدا نے اجازت نہیں دی اور اگر (خدا کی طرف سے) ایک قول فیصل (ٹھہرا ہوا) نہ ہوتا تو (دنیا ہی میں) ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور (آخرت میں) ان ظالموں کو ضرور دردناک عذاب ہو گا۔

ایسے لوگوں کا حکم بھی سنو:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ (یوسف ۱۰۶) أي ما يؤمن أكثرهم إلا في حال إشراكهم. قال ابن عباس ومجاهد وعكرمة والشعبي وقتادة۔

ترجمہ: اور اکثر لوگ جو خدا کو مانتے بھی ہیں تو اس طرح کہ شرک بھی کرتے جاتے ہیں (بیان القرآن) یعنی ان کے اکثر ایمان نہیں لاتے مگر شرک کرنے کی حالت میں۔[2]

---

[1] (معارف القرآن، ج۲، ص ۳۲۰، ۳۲۱)

[2] (روح المعانی، ج۱۳، ص ۶۲، مکتبہ امدادیہ، ملتان)

باطل پرستوں کی اتباع بھی ممنوع ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَى أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ (الأنعام ۱۲۱)

ترجمہ: اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کو تعلیم کر رہے ہیں تا کہ تم سے جدا کریں اور اگر تم ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ گے۔ (بیان القرآن)

حدیث خبر واحد سے قرآن کریم منسوخ نہیں ہوتا

صاحب مشکوٰۃ نے دار قطنی کے حوالے سے بیان کیا ہے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَلَامِي لَا يَنْسَخُ كَلَامَ اللهِ وَكَلَامُ اللهِ يَنْسَخُ كَلَامِي وَكَلَامُ اللهِ يَنْسَخُ بعضه بَعْضًا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا کلام کلام اللہ کو منسوخ نہیں کرتا اور کلام اللہ میرے کلام کو منسوخ کر دیتا ہے، اور کلام اللہ کا بعض بعضوں کو منسوخ کرتا ہے۔[1]

عدالت اسلام کا سربراہ ہونے کی حیثیت سے ذمہ داری

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَهُ إِلَى الْيَمِينِ قَالَ: «كَيْفَ تَقْضِي إِذَا عَرَضَ لَکَ قَضَاءٌ؟» قَالَ: أَقْضِي بِكِتَابِ اللهِ قَالَ: «فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي كِتَابِ اللهِ؟» قَالَ: فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ؟» قَالَ: أَجْتَهِدُ رَأْيِي وَلَا آلُو قَالَ: فَضَرَبَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى صَدْرِهِ وَقَالَ: «الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللَّهِ لِمَا يَرْضَى بِهِ رَسُولُ اللَّهِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ وَأَبُو دَاؤد والدارمي۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے جب ان معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (قاضی وحاکم بناکر) یمن بھیجا تو ان سے (بطور امتحان) پوچھا کہ جب تمہارے سامنے کوئی فیصلہ پیش ہو گا تو تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ کتاب اللہ (قرآن کریم) کے مطابق فیصلہ کروں گا، فرمایا: اگر تمہیں وہ مسئلہ (صراحتًا) کتاب اللہ میں نہ ملا؟ انہوں نے کہا پھر سنت رسول اللہ (حدیث نبوی) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مطابق فیصلہ کروں گا، فرمایا اگر تمہیں وہ مسئلہ سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں بھی نہ ملا؟ انہوں نے کہا تو پھر میں اپنی عقل سے اجتہاد کروں گا (نہ کہ اپنی خواہش سے) اور (اپنے اجتہاد و حقیقت اسی میں) کوتاہی نہیں

[1] (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۳۲)

کروں گا، معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا وہ راوی جنہوں نے یہ حدیث معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے یہ سن کر اپنا دست مبارک معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ پر مارا (تاکہ اس کی برکت سے وہ اپنی بات پر ثابت قدم رہیں اور ان کے علم میں اضافہ ہو اور فرمایا) تمام احسن تعریفیں خدا کے لئے ہیں، جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے رسول یعنی معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس چیز کی توفیق عطا کی جس سے اللہ اور اس کا رسول راضی ہو، اھ۔[1]

اور امام بیہقی نے اپنی سند سے المدخل الکبیر الی السنن الکبریٰ اور اس میں ہے:

ابو داؤد الطیالسی نے منحۃ المعبود، ج۱، ص۲۸۶، احمد فی المسند، ج۵، ص۲۳۰، ۲۳۶، ۲۴۲، ابو داؤد فی السنن، ج۴، ص۱۸، ترمذی نے الاحکام، ج۳، ص۶۰ اور بیہقی نے السنن، ج۱۰، ۱۱۴ اور دوسروں نے اس کی تخریج کی ہے۔ لیکن من حیث المجموع اس کی اسناد کو ضعیف کہا ہے۔[2]

یہ بھی ملاحظہ ہو:

امام ترمذی نے جامع الترمذی باب ماجاء لبس الفراء اپنی سند کے ساتھ سلمان سے حدیث بیان کی جس میں ہے کہ حلال وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے اور حرام وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کیا ہے:

وَ مَاسَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ۔

جس سے خاموشی اختیار کی تو وہ وہی ہے جو معاف ہے۔[3]

ابو داؤد نے یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کی ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی زیادتی ہے:

وَتَلَا قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ (الأنعام ۱۴۵)

یعنی جس کو نہ حلال فرمایا نہ حرام وہ اس قسم سے ہے جس کو معاف رکھا گیا ہے (یعنی اس کے استعمال کرنے کو مباح رکھا ہے۔) اس روایت کو ابن ماجہ اور ترمذی نے نقل کیا ہے۔ اور (ترمذی نے) کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔[4]

مرقاۃ میں تفصیل موجود ہے، وہاں ملاحظہ ہو۔

---

[1] (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۳۲۴)

[2] (مدخل مترجم، ص ۱۸۷، معارف اسلامی، لاہور)

[3] (ترمذی، ج ۱، ص ۲۰۶)

[4] (ابوداؤد، ج ۲، ص ۱۸۳، باب مایذکر تحریمہ، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۳۶۷)

مرقاۃ اور صاحب لمعات التنقیح

أَنَّ الْأَصْلَ فِي الْأَشْيَاءِ إِبَاحَتُهَا۔

یعنی اشیاء میں اصل اباحت اور جائز ہونا ہے (تحریم اصل نہیں ہے)۔[1]

مندرجہ بالا غور سے پڑھ کر حق پرست موحد مسلمان فوت شدہ مسلمان کے لئے ان کے اہل و عیال پہلے اور دوسرے اور تیسرے دن صدقہ اور خیرات برائے ایصال ثواب کو حرام یا مکروہ یا بدعت کہنے والے نیا حکم خود سوچ لیں۔

مشترکہ ترکہ سے خرچ کرنا خیر و خیرات پر

امام بخاری شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل المتوفی ۲۵۶ھ اپنی صحیح میں رقم طراز ہیں:

مذہب مانعین کو رد کرتے ہوئے مذہب احناف کی تائید کرتے ہیں۔

بَاب مَنْ بَاعَ ثِمَارَهُ أَوْ نَخْلَهُ أَوْ أَرْضَهُ أَوْ زَرْعَهُ وَقَدْ وَجَبَ فِيهِ الْعُشْرُ أَوْ الصَّدَقَةُ فَأَدَّى الزَّكَاةَ مِنْ غَيْرِهِ أَوْ بَاعَ ثِمَارَهُ وَلَمْ تَجِبْ فِيهِ الصَّدَقَةُ وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيعُوا الثَّمَرَةَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا فَلَمْ يَحْظُرْ الْبَيْعَ بَعْدَ الصَّلَاحِ عَلَى أَحَدٍ وَلَمْ يَخُصَّ مَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ الزَّكَاةُ مِمَّنْ لَمْ تَجِبْ۔

یہ باب اس بارے میں ہے جس نے اپنا میوہ یا اپنی کھجور یا اپنی زمین یا اپنی فصل جس میں یقیناً عشر یا صدقہ واجب ہوا تھا فروخت کی اور زکوٰۃ دوسرے مال سے ادا کی یا اتنا میوہ جس پر صدقہ واجب نہیں ہوا تھا فروخت کی اور رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اس ارشاد میں کہ میوہ صلاحیت سے پہلے فروخت مت کرو۔ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے) میوہ کی صلاح کے بعد کسی پر اس کا فروخت کرنا منع نہیں فرمایا۔ اور جس پر زکوٰۃ واجب ہوئی ہو اس کو خاص نہیں کیا ان میں سے کہ جس پر واجب نہیں ہوا ہو۔[2]

لم يحرم النبي البيع بعد الصلاح على أحد سواء وجبت عليه الزكاة أو لا وأشار إليه بقوله ولم يخص أي النبي من وجبت عليه الزكاة ممن لم تجب عليه وبهذا رد البخاري على الشافعي في أحد قوليه إن البيع فاسد لأنه باع ما يملك وما لا يملك وهو نصيب المساكين ففسدت الصفقة وإنما ذكر قوله فلم يحظر بالفاء لأنه تفسير لما قبله۔

اس کے حاشیہ ۸ میں ہے:

میوہ کو قابل استعمال ہونے کے بعد کسی پر اس کا فروخت کرنا منع نہیں فرمایا خواہ اس پر زکوٰۃ لازم ہو یا نہ ہو۔

---

[1] (مرقاۃ المفاتیح، ج ۱، ص ۲۴۷، الناشر: دار الفکر، بیروت-لبنان)

[2] (ص ۲۰۱، حاشیہ ۸)

اور اپنے اس قول کے ذریعے اس کو اشارہ کیا کہ خاص نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس کو جس پر صدقہ واجب نہیں ہوا اس سے جس پر واجب ہوا ہے۔

امام بخاری نے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ایک قول پر اس میں رد فرمایا کہ بیع فاسد ہے، اس لئے کہ انہوں نے اپنی ملک اور غیر ملک کو فروخت کیا وہ مسکینوں کا حصہ اور نصیب تھا تو بیع فاسد ہوئی۔ اور **فلم یحظر** فاء کے ساتھ اس لئے ذکر کیا کہ یہ ما قبل تفسیر کے ہے، اھ (**بخاری**)[1]

مولوی عبد الہادی شاہ منصوری المتوفی ۱۴۰۷ھ رقمطراز ہیں:

قوله بعد الصلاح ای قبل اداء الزکوٰة قوله ولم یخص ای البیع بعد الصلاح وعند الشافعی بعد الصلاح ایضًا لا یجوز البیع لان فیه حق المساکین فیلزم بیع حق الغیر وقلنا بالجواز کما قال المصنف وحق المساکین فی ذمة البائع۔ فافهم وبهذا یحل کثیر من المسائل مثل ان یتصدق الرجل من المال المشترک فصدقته صحیحة لا تبطلها شرکة الشریک البتة وتلزم الصدقة فی حصة المتصدق لا الشریک۔ خذهذا۔

اور تسہیل بخاری میں ہے:

اس کا یہ کہنا کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ صلاحیت کے بعد یعنی زکوٰۃ ادا کرنے سے پہلے۔ اور آپ کا یہ قول کہ خاص نہیں کیا ہے یعنی صلاحیت کے بعد فروخت کرنے کو اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں صلاحیت کے بعد بھی فروخت کرنا جائز نہیں کیونکہ اس میں مسکینوں کا حق ہے تو اس لئے کہ اس میں غیر کے حق کا فروخت کرنا ہے اور ہم احناف جواز پر قول کرتے ہیں اور مسکینوں کا حق بائع کے ذمہ ہے وہ دے گا تو اس کو پہچان لو اور اس سے بہت مسائل کا حل نکلتا ہے۔ کہ ایک شخص مشترک مال سے تصدق کرے تو اس کا صدقہ صحیح ہے شریک کی شراکت اس کو باطل نہیں کرتی۔ البتہ صدقہ صدقہ کرنے والے کے حصہ میں لازم ہوتا ہے نہ کہ شریک کے حصہ میں۔ اس پر عمل کرو۔ (تسہیل بخاری)[2]

قال ابن بطال: عرضه الرد علی الشافعی حیث منع البیع بعد الصلاح حتی یؤدی الزکاة منها فخالف إباحة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم۔

---

[1] (عمدۃ القاری، ج ۱۴، ص ۷۷)

[2] (تسہیل البخاری، ص ۲۶، طبع جدید، ص ۲۶، فیض الباری، ج ۳، ص ۴۹، ۵۰)

ابن بطال نے فرمایا امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر رد کرتا ہے اس حیثیت سے کہ صلاحیت کے بعد آپ فروخت کرنا منع فرمایا اس وقت سے پہلے زکوٰۃ ادا کرے تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اباحت کی مخالفت کی۔[1]

معارف القرآن کے مسئلہ کارد

مندرجہ بالا تحقیق سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ معارف کا یہ مسئلہ ترکہ کی تقسیم سے پہلے اس میں سے مہمانوں کی خاطر تواضع اور صدقہ وخیرات کچھ جائز نہیں۔ اس طرح کے صدقہ وخیرات کرنے سے مُردے کو کوئی ثواب نہیں پہنچتا بلکہ ثواب سمجھ کر دینا اور بھی زیادہ سخت گناہ ہے، اس لئے کہ مورث کے مرنے کے بعد اب یہ سب مال تمام ورثاء کا حق ہے اور ان میں یتیم بھی ہوتے ہیں۔ اس مشترک مال میں سے دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی کا مال چرا کر میت کے حق میں صدقہ کر دیا جائے۔ پہلے مال تقسیم کر دیا جائے، اس کے بعد اگر وہ وارث اپنے مال میں سے اپنی مرضی سے میت کے حق میں صدقہ وخیرات کریں تو ان کو اختیار ہے۔

تقسیم سے پہلے بھی وارثوں سے اجازت لے کر مشترک ترکہ میں سے صدقہ خیرات نہ کریں، اس لئے کہ جو اُن میں یتیم ہیں ان کی اجازت تو معتبر ہی نہیں اور جو بالغین ہیں وہ بھی ضروری نہیں کہ خوش دلی[2] سے اجازت دیں۔ ہو سکتا ہے وہ لحاظ کی وجہ سے اجازت دینے پر مجبور ہوں، اور اگر لوگوں کے طعنوں کے خوف سے کہ اپنے مردہ کے حق میں دو پیسے تک خرچ نہ کئے، اس عار سے بچنے کے لئے بادل نخواستہ ہامی بھر لے۔ حالانکہ شریعت میں صرف وہ مال حلال ہے جب کہ دینے والا طیب خاطر سے دے رہا ہو، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

یہاں ہم ایک بزرگ کا واقعہ نقل کرتے ہیں، جس سے مسئلہ اور زیادہ واضح ہو جائے گا۔ یہ بزرگ[3] ایک مسلمان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تھوڑی دیر مریض کے پاس بیٹھے تھے کہ اس کی روح پرواز کر گئی، اس موقع پر جو چراغ جل رہا تھا انہوں نے فوراً اسے بجھا دیا، اور اپنے پاس سے پیسے دے کر تیل منگوایا اور روشنی کی۔ لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا جب تک یہ شخص زندہ تھا یہ چراغ اس کی ملکیت تھی، اور اس کی روشنی استعمال کرنا درست تھا۔ اب یہ اس دنیا سے

---

[1] (شرح الکرمانی علی صحیح البخاری، ج۴، ص ۴۸۵، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

[2] اس کی تفصیل کتاب النکاح، باب الولی والکفوء میں ملاحظہ فرمائیں۔ کتب فقہ میں تو بطلان واضح ہو گا۔

[3] مثال برائے توضیح و مثل ہوتی ہے، جبکہ دونوں میں کوئی مطابقت ہو، مگر یہاں مثال و مثل میں کوئی مطابقت نہیں، فافھم۔

رخصت ہو گیا تو اس کی ہر چیز میں وارثوں کا حق ہو گیا، لہٰذا سب وارثوں کی اجازت ہی سے ہم یہ چراغ استعمال کر سکتے ہیں۔ اور وہ سب یہاں موجود نہیں ہیں لہٰذا اپنے پیسوں سے تیل منگا کر روشنی کی۔[1]

خلاف حدیث نبوی اور مذہب حنفی اور امام بخاری اور ابن بطال کے سراسر خلاف ہے، لہٰذا مقبول نہیں۔ اس طرح مجتہد نہیں اور اگر ہو بھی تو خلاف مذہب اس کا قول مقبول نہیں اور اس کے دعاوی بلا دلیل ہے، اس لئے حجت مقبول نہیں۔

اس طرح یہ مسلمانوں کے تعامل سلف سے لے کر آج تک کے خلاف ہے، اس لئے قابل قبول نہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ مردہ کی تجہیز و تکفین جلدی اور سرعت کا خلاف ہے، اس لئے قابل عمل نہیں۔ مردہ ویسے پڑا رہے گا اور غائب و نابالغ کے حضور اور بلوغ تک تقسیم نہیں ہو سکتا جس سے مردہ کا بدن ویسے ختم ہو جائے اور حاضرین ورثہ کے لئے مشکلات سے دوچار ہوں گے۔

صاحب تفسیر مظہری تحریر فرماہیں:

(مسئلة) اجمعوا علی انه اوّل حق یتعلق بالترکة تجهیز المیت ثم یؤدی دیونه من جمیع ماله ثم ینفذ وصایاه من ثلث مابقي من الترکة بعد الدین ثم یقسم مابقي بین الورثة۔

ترجمہ: اس پر اجماع منعقد ہے کہ سب سے اول ترکہ میں حق تجہیز میت ہے یعنی گور کفن اس کے بعد سب مال سے قرضہ دیا جائے گا یعنی میت کی تدفین کے بعد میت کے وصیتین کو ترکہ ۱/۳ حصہ ادا کیا جائے گا۔ قرض ادا کرنے کے بعد پھر اس کے ورثہ میں مابقیہ ترکہ تقسیم کیا جاتا ہے۔[2]

(تفصیل کے لئے تفسیر مظہری ملاحظہ ہو، دلائل وہاں مذکور ہیں، بوجوہ خوف تطویل نقل نہیں کئے۔)

مظہری سے معلوم ہوا کہ معارف کا قول خلاف اجماع بھی ہے، یہ نہیں کہ مردہ گھر میں ایک طرف پڑا رہے اور ورثہ تقسیم ترکہ میں مصروف ہوں۔ اگر ورثہ میں نابالغ ہو تو اس کے بلوغ تک اور اگر کوئی غائب ہو تو اس کے حضور معاملہ ویسا ہی پڑا رہے۔ یہ دین و شریعت اور عمل اہل اسلام کے سراسر خلاف ہے۔ ایک مجہول شخص کا شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے خلاف عمل کو رہنما بنانا ایک عاقل کے لئے کیسا بنتا ہے۔ نیز اگر بعض شوافع نے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کے لئے کوئی ازار بنایا ہو تو وہ ان کے لئے کارآمد ہو گا مگر احناف کے لئے ہرگز ہرگز کارآمد نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ معارف القرآن میں سورۃ النساء آیت ۱۳۵ ملاحظہ ہو:

فَلَاتَتَّبِعُوا الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (النساء ۱۳۵)

---

[1] (معارف القرآن، ج ۲، ص ۳۱۷، ۳۱۸)

[2] (تفسیر مظہری، ج ۲، تفسیر سورۃ النساء)

ترجمہ: سوتم پیروی نہ کرو دل کی خواہش کی انصاف کرنے میں اور اگر تم زبان ملوگے یا بچا جاؤگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔[1]

اسی طرح سورۃ الانعام آیت ۱۲، ص آیت ۲۶، الفرقان آیت ۴۳، القصص آیت ۵۰، القصص نمبر ۲۰، سورۃ روم آیت ۲۹، محمد آیت ۱۶، القمر آیت ۲، ۳، الجاثیہ آیت ۲۳، سورۃ محمد آیت ۱۴ وغیرہ کا ترجمہ مع تفسیر معارف القرآن میں ملاحظہ کریں، تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ: از ماست کہ بر ماست۔ ہم نے خود اپنے پاؤں کو اپنے کلہاڑے پر مار دیا ہے، بزرگ کے واقعہ کے ابطال کے لئے ملاحظہ ہو درج ذیل کو کہ ایسے شخص کی اتباع نہیں کرنی چاہیئے:

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَى شَرِيعَةٍ مِنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (الجاثية ۱۸)

پھر تجھ کو رکھا ہم نے ایک رستہ پر دین کے کام کے سو تو اسی پر چل اور مت چل خواہشوں پر نادانوں کی۔[2]

اس کے ساتھ ساتھ پ۱۵، آیت ۲۸، معارف القرآن، ج۵، ص۵۷۴، پ۱۶، طٰہٰ، آیت ۱۶، سورۃ المائدۃ، آیت ۷۷، سورۃ الانعام، آیت نمبر ۱۵ اور آیت ۵۶، سورۃ البقرۃ، آیت ۱۲۰، البقرۃ، آیت ۱۴۵، سورۃ المائدۃ آیت ۴۸، ۴۹، الرعد آیت ۳۷، شوریٰ آیت ۱۵، ان آیات کا ترجمہ اور تفسیر معارف القرآن میں ملاحظہ ہو مگر عدل وانصاف پر قائم رہتے ہوئے تو آپ کو حق معلوم ہو جائے گا۔

باقی جوابات بحث چہارم میں ملاحظہ ہوں۔

بحث چہارم

وجہ اول

فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ (۱۶) وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ (۱۷) وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ (الانشقاق ۱۸)

ترجمہ: سو قسم کھاتا ہوں شام کی سُرخی کی، اور رات کی اور جو چیز اس میں سمٹ آتی ہے، اور چاند کی جب پورا ابھر جائے۔

ایں ہر سہ چیز یعنی شفق وشب تاریک وماہ روشن نمونۂ سہ حالت زا است کہ بر آدمی بعد از موت کہ گویا نمونۂ غروب آفتاب زندگیست روخواہد داد۔ اول حالتے کہ بمجرد جدا شدن روح از بدن خواہد شد کہ فی الجملہ اثر حیات سابقہ والفت تعلق بدن ودیگر معروفان از ابنائی جنس خود باقی است وآن وقت گویا برزخ است درمیان زندگانی دنیا واستغراق عالم قبر کہ چیزے ازیں طرف وچیزے

[1] (معارف القرآن، ج۲، ص۵۷۰)

[2] (معارف القرآن، ج۷، ص۷۸۱)

از ایں طرف دارد وبعینہ مثال وقت بقائے شفق است ہنوز تصرفات مخلوق درآمد وشد آنہا منقطع نگردیدو جانداران ہمہ بیدار وحاس و متحرک ودر بقائے اعمال روز مشغول وایں حالت انکشاف وجزائے برزخ از نیک ہاوبدی است ومدد زندگان بمردگان درایں حالت زود تر می رسد ومردگان منتظر لحوق مدد ازایں طرف مے باشد چنانچہ گمان مے برند کہ ہنوز زندہ ایم ولہٰذا در حدیث شریف دراحوال قبر وارد است کہ مرد مسلمان دران جا میگوید کہ دعونی اصلی یعنی بگذارید مرا تانماز بخوانم ونیز وارد است کہ مردہ درآن حالت مانند غریق است کہ انتظار فریادرسی میکرد وصدقات وادعیہ وفاتحہ درین وقت بسیار بکار مینمایند وروح مردہ نیز درقرب موت درخواب وعالم تمثال ملاقات زندگان می کند ومافی الضمیر خود رااظہار می نمایند الخ۔

ترجمہ: شفق اور تاریک رات اور روشن ماہ یہ تین چیزیں ان تین حالات کا نمونہ ہیں جو آدمی پر موت کے بعد (کہ نمونۂ زندگی کا سورج ہونے کا ہے) ظاہر ہوتی ہیں۔ پہلی وہ حالت ہے کہ روح کے بدن سے جدا ہونے پر ظاہر ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر سابقہ زندگی اور الفت اور بدن کا تعلق اپنے ہم جنس کے دیگر پہچان والوں سے باقی ہے، یہ وقت برزخ کے مشابہ ہے، زندگی اور دنیا اور عالم قبر میں میں ڈوب جانے کے اس طرف سے اور کچھ اِس طرف سے ہے، یہ بعینہ شفق کے وقت بقا سے مشابہ ہے کہ ابھی تک مخلوق کا چلنا پھرنا اور تصرفات ختم نہیں ہوئے سب جاندار بیدار، حساس اور متحرک ہیں اور دن کے باقی ماندہ اعمال میں مشغول ہیں۔ یہ برزخی جزا کے انکشاف کا حال ہے، خواہ وہ نیکی ہو یا بدی۔ مردوں کو زندہ لوگوں کی مدد اس حالت میں بہت جلد پہنچتی ہے۔ اور مرے ہوئے لوگ زندہ لوگوں کی طرف سے امداد ملنے کے منتظر ہوتے ہیں اور اس طرح گمان کرتے ہیں کہ اب میں زندہ ہوں۔ اس لئے احوال قبر کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسلمان آدمی اس مقام میں کہتے ہیں کہ مجھے رہا کرو کہ میں نماز ادا کروں اور نیز اس طرح آیا ہے کہ میت اس حال میں غرق ہونے والے کے مشابہ ہے کہ فریاد رسی کا انتظار کرتی ہے۔ خیر وخیرات اور دعائیں اور فاتحہ اس وقت بہت کام آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بنی آدم کی جماعتیں ایک سال تک اور خصوصًا چالیس دن تک فوت ہونے کے بعد مردوں کی اس طرح امداد کرنے کی پوری کوشش کرتی ہیں اور مردہ کی روح فوت ہونے کے قرب کی وجہ سے زندہ لوگوں سے خواب میں ملاقات کرتی ہے اور اپنے دل کی باتیں ظاہر کرتی ہے، انتہیٰ۔[1]

[1] (تفسیر عزیزی، پ ۳۰، ص ۲۰۵، مطبوعہ مسلم بک ڈپو، دہلی)

اکابر دیوبند کی وضاحت

وجہ دوم

عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ: طُعِنَ عُمَرُ، فَأَمَرَ صُهَيْبًا أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ ثَلَاثًا، وَأَمَرَ أَنْ يَجْعَلَ لِلنَّاسِ طَعَامًا تِلْكَ الثَّلَاثِ الْأَيَّامِ حَتَّى يَجْتَمِعَ أَهْلُ الشُّورَى عَلَى رَجُلٍ، فَلَمَّا رَجَعُوا مِنَ الْجِنَازَةِ جَاؤُوا وَقَدْ وُضِعَتِ الْمَوَائِدُ، فَأَمْسَكَ النَّاسُ لِلْحُزْنِ الَّذِي هُمْ فِيهِ، فَجَاءَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَأَكَلْنَا وَشَرِبْنَا بَعْدَهُ، وَمَاتَ أَبُو بَكْرٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - فَأَكَلْنَا وَشَرِبْنَا. أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِنْ هَذَا الطَّعَامِ، فَمَدَّ يَدَهُ وَمَدَّ النَّاسُ أَيْدِيَهُمْ، اھ۔

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَفِيهِ عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ، وَحَدِيثُهُ حَسَنٌ، وَبَقِيَّةُ رِجَالِهِ رِجَالُ الصَّحِيحِ۔

ترجمہ: جب خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نیزہ سے مارا گیا تو آپ نے حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین دن لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور حکم دیا وہ تین دن لوگوں کے لئے طعام تیار کرتے رہو، یہاں تک کہ مشورہ والے کسی کی خلافت پر متفق ہو جائیں۔ تو جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے جنازہ سے واپس ہو کر تشریف لائے اور کھانے اور دستر خوان رکھے ہوئے تھے تو لوگ جس غم میں تھے کھانے سے اس وجہ سے ہاتھ بند رکھے اور کھانا نہ کھاتے، تو حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف لائے اور فرمایا: اے لوگو! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہوئے تو ہم نے کھایا پیا، ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہوئے تو ہم نے کھایا پیا، اس کے بعد فرمایا اے لوگو! اس طعام کو کھاؤ تو آپ نے کھانے کے لئے ہاتھ کو لمبا کیا یعنی کھانا شروع کیا اور لوگوں نے کھانا شروع کیا اور کھایا، اھ۔ [1]

سوال یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اس وقت موجود صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کیا سب کے سب شریعت سے بے خبر تھے؟ انہوں نے یعنی سب نے خلاف شریعت کام، حرام اور بدعت کی؟ **اعاذنا اللہ منہ!**

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان الشیطان لا یلقی عمر منذ اسلم الا خر لوجھہ۔

یعنی رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: جب سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام لایا ان سے شیطان نے ملاقات نہیں کی مگر سرنگوں پڑا رہا۔ [2]

---

[1] (تفسیر عزیزی، پ ۳۰، ص ۲۰۵، مطبوعہ مسلم بک ڈپو، دھلی)

[2] (المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۱۱، رقم الحدیث: ۷۷۴، ص ۲۱۳، ۲۱۴)

قال رسول الله صلی الله علیه و سلم إن الله عز و جل جعل الحق علی لسان عمر و قلبه۔

اور اللہ جل و علیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل اور زبان پر حق جاری کیا ہے۔[1]

اور مشکوٰۃ باب مناقب میں حضرت بریدر ضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے اس میں ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَخَافُ مِنْكَ يَا عُمَرُ۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیطان آپ سے ڈرتا ہے۔[2]

اسی طرح مشکوٰۃ میں حدیث متفق علیہ میں ہے:

يَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا اے خطاب کے بیٹے میری اس ذات پر قسم ہے کہ جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ ہر گز شیطان اس راستہ پر نہیں گیا اور آپ سے ملاقی نہیں ہوا، مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے راستہ سے بغیر اور راستہ پر چلا۔

یعنی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: ابن خطاب! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے (تم وہ شخص ہو) اگر شیطان تمہیں دیکھ لیتا ہے تو اس راستہ سے کترا کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے جس پر تم چلتے ہو۔[3]

اس عظیم الشان ہستی نے فرمایا کہ تین دن تک کھانے پکاتے رہو اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا تو ہم نے ان کے گھر کی روٹی کھائی اور پانی پیا ہے۔ یہ خلفاء اربعہ اور سارے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی موجودگی میں ہے، پر خلیفہ اول کے انتقال پر ان کے ترکہ سے قبل تقسیم کھانا پکایا ہوا ہے اور خلفاء ثلاثہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس گھر کی روٹی کھائی اور پانی پیا ہے۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ آپ نے سنا کہ آپ کے دفنانے سے فارغ ہو کر جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم واپس آئے تو روٹی تیار تھی، سب نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کہنے پر کھانا کھایا۔ تو سوال یہ ہے کہ کیا خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کے خلاف تھا؟ مگر مشرک طبع وہابیان نے اب دین کا اظہار کیا؟ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ!

[1] (المعجم الکبیر، ج۸، جزء۱۹، ص ۲۲۱)

[2] (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۵۵۸)

[3] (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۵۵۷)

وجہ سوم

اس میں وجہ دوم کی تصدیق و تائید ملاحظہ ہو:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا كَانَتْ إِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ مِنْ أَهْلِهَا فَاجْتَمَعَ لِذَلِكَ النِّسَاءُ ثُمَّ تَفَرَّقْنَ إِلَّا أَهْلَهَا وَخَاصَّتَهَا أَمَرَتْ بِبُرْمَةٍ مِنْ تَلْبِينَةٍ فَطُبِخَتْ ثُمَّ صُنِعَ ثَرِيدٌ فَصُبَّتْ التَّلْبِينَةُ عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَتْ كُلْنَ مِنْهَا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ التَّلْبِينَةُ مُجِمَّةٌ لِفُؤَادِ الْمَرِيضِ تَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ۔

ترجمہ: امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی سند سے حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ان کی یہ عادت تھی کہ جب ان کے کنبہ یعنی رشتہ داروں میں سے کوئی وفات پا چکا ہوتا تو اس کے لئے عورتیں جمع ہوتیں پھر وہ جدا ہو کر جاتیں بغیر ان کے جو رشتہ دار اور خاص عورتیں ہوتیں کہ وہ باقی رہتی تھیں تو آپ تلبینہ یعنی سفید نرم طعام پکانے کے لئے حکم دیا کہ ایک دیگ پکاؤ۔ تو وہ پکایا گیا پھر شوربے میں چوری ہوئی روٹی شامل کی گئی تو آپ نے اس پر تلبینہ کو ڈالا اور فرمایا اس میں کھاؤ اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ تلبینہ بیمار کے دل کو راحت دیتا ہے اور غمزدہ کا غم یعنی رنج و ملال کم کرتا ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ طریقہ تھا کہ آپ بیمار اور اپنے ہلاک شدہ پر غمزدہ کے لئے تلبینہ پکانے کا حکم دیتیں اور فرماتی تھیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ تلبینہ بیمار کے دل کو راحت فراہم کرتا ہے اور مغموم کا غم کم کرتا ہے۔[1]

اور بخاری کی بیاض میں ہے:

يتخذ من دقيق أو نخالة وربما يجعل فيه عسل سميت بذلک لشبهها باللبن في بياضها والرقة أي مكان الاستراحة قلب المريض۔

منقول ہے کہ تلبینہ آٹے یا چوکر سے پکایا جاتا ہے اور اکثر اس میں شہد ڈالا جاتا ہے۔ اور اس طعام کو تلبینہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ سفیدی اور نرمی میں دودھ سے مشابہ ہوتا ہے (یعنی سفید نرم حلوہ) یعنی مریض کے دل کو راحت اور آرام پہنچانے والا ہے۔[2]

---

[1] (صحیح بخاری، ج ۲، ص ۸۱۵، صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۲۷)

[2] (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج ۳۰، ص ۳۷۷)

وذکر النووی: أَيْ تُرِيح فُؤَاده، وَتُزِيل عَنْهُ الْهَمّ، وَتُنَشِّطهُ. وَالْجَمَام الْمُسْتَرِيح كَأَهْلِ النَّشَاط. وَأَمَّا (التَّلْبِينَةُ) فَبِفَتْحِ التَّاء وَهِيَ حَسَاء مِنْ دَقِيق أَوْ نُخَالَة. قَالُوا: وَرُبَّمَا جُعِلَ فِيهَا عَسَل. قَالَ الْهَرَوِيُّ وَغَيْره: سُمِّيَتْ تَلْبِينَة تَشْبِيهًا بِاللَّبَنِ لِبَيَاضِهَا وَرِقَّتهَا. وَفِيهِ اِسْتِحْبَاب التَّلْبِينَة لِلْمَحْزُونِ۔

اور امام نووی شارح مسلم نے فرمایا کہ مریض کے دل کو راحت میسر کرتا ہے اور خوش ہو جاتا ہے۔ جمام مکمل خوشی اور راحت کو کہتے ہیں اور تلبینہ جو ہے وہ حساء یعنی حلوہ ہے آٹے یا چوکر سے بنا ہوا، اکثر اس میں شہد ڈالا جاتا ہے۔

امام ہروی وغیرہ نے فرمایا کہ اس کو تلبینہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اپنی سفیدی اور نرمی میں دودھ سے مشابہت رکھتا ہے۔

اس حدیث میں یہ بات ہے کہ، غمزدہ، رنجیدہ، غمگین کے لئے یہ طعام پکانا مستحب ہے۔[1]

اسی طرح امام بخاری نے باب التلبینۃ للمریض میں یہ حدیث اس سند سے ذکر کی ہے:

حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تَأْمُرُ بِالتَّلْبِينِ لِلْمَرِيضِ وَلِلْمَحْزُونِ عَلَى الْهَالِكِ وَكَانَتْ تَقُولُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ التَّلْبِينَةَ تُجِمُّ فُؤَادَ الْمَرِيضِ وَتَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ۔

حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَأْمُرُ بِالتَّلْبِينَةِ وَتَقُولُ هُوَ الْبَغِيضُ النَّافِعُ۔[2]

یہ ہے خیر القرون کا زمانہ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا گھر مبارک، اہل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم علمی خزانے اور ملت اسلام پر سختی سے عمل کرنے والے اہل اسلام، جن کے گھروں میں پہلے دن کھانا پکایا جاتا تھا۔

وجہ چہارم

سردار دوجہاں رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا میت گھر میں پڑا رہنا، اور اس گھر میں کھانا پکانا اور اس کو کھانا اور اس گھر میں مجامعت کرنا پسند فرما کر اہل خانہ کو دعا کرنا سن لو:

حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَوْنٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ ابْنٌ لِأَبِي طَلْحَةَ يَشْتَكِي فَخَرَجَ أَبُو طَلْحَةَ فَقُبِضَ الصَّبِيُّ فَلَمَّا رَجَعَ أَبُو طَلْحَةَ قَالَ مَا فَعَلَ ابْنِي قَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ هُوَ أَسْكَنُ مَا كَانَ فَقَرَّبَتْ إِلَيْهِ الْعَشَاءَ فَتَعَشَّى ثُمَّ أَصَابَ مِنْهَا فَلَمَّا فَرَغَ قَالَتْ وَارُوا الصَّبِيَّ فَلَمَّا أَصْبَحَ أَبُو طَلْحَةَ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ أَعْرَسْتُمْ اللَّيْلَةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا قَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ احْفَظْهُ حَتَّى تَأْتِيَ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرْسَلَتْ مَعَهُ بِتَمَرَاتٍ فَأَخَذَهُ

---

[1] (نووی علی صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۲۷، ۲۲۸)
[2] (صحیح البخاری، ج ۲، ص ۸۴۹)

النَّبِيُّ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَمَعَهُ شَيْءٌ قَالُوا نَعَمْ تَمَرَاتٌ فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَضَغَهَا ثُمَّ أَخَذَ مِنْ فِيهِ فَجَعَلَهَا فِي فِي الصَّبِيِّ وَحَنَّكَهُ بِهِ وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللہِ۔ [1]

امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں تحریر فرمایا ہے:

قَوْله صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (أَعْرَسْتُمْ اللَّيْلَة) وَهَذَا السُّؤَال لِلتَّعَجُّبِ مِنْ صَنِيعهَا وَصَبْرهَا، وَسُرُورًا بِحُسْنِ رِضَاهَا بِقَضَاءِ اللہِ تَعَالَى، ثُمَّ دَعَا صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُمَا بِالْبَرَكَةِ فِي لَيْلَتهمَا، فَاسْتَجَابَ اللہُ تَعَالَى ذَلِكَ الدُّعَاء، وَحَمَلَتْ بِعَبْدِ اللہِ بْن أَبِي طَلْحَة، وَجَاءَ مِنْ أَوْلَاد عَبْد اللہِ إِسْحَاق وَإِخْوَته التِّسْعَة صَالِحِينَ عُلَمَاء رَضِيَ اللہُ عَنْهُم۔ [2]

اور دیوبندیوں کے مولوی محمد یحیٰی کاندھلوی نے مولوی رشید احمد گنگوہی سے نقل کیا ہے:

قولہ: اعرستم اللیلۃ: وفی تقریر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وعدم انکارہ علی ما فعلا دلالۃ علی جواز الاکل والمیت لم یدفن بعدو اذا جاز ذلک لاھل بیت المیت کان جوازہ لاھل المحلۃ اظھر۔

اس کی شرح میں دیوبندیوں کے مولوی محمد ذکریا الکاندھلوی شیخ الحدیث تحریر فرماہیں:

اجادا الشیخ قدس سرہٗ فی اثبات المسئلۃ من الحدیث فما اشتھر فیما بین عوام الناس من انہ لا یجوز الاکل اذا کان المیت فی البیت او فی جوارہ حتی یخرج من البیت لیس بصحیح نبہ ذلک الشیخ التھانوی فی رسالتہ اغلاط العوام ونبہ علی ذلک ایضا صاحب المدخل او قال وکذا یحذر مما احدثہ بعضھم وھو ان المیت اذا مات لا یاکل اھلہ حتیٰ یفرغوا من دفنہ، اھ۔ [3]

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا یہ فرمان کیا تم نے جماع بھی کی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی یہ تقریر اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا انکار نہ کرنا یعنی ان کے اس عمل پر کوئی انکار نہ کرنا دلیل ہے کہ میت گھر میں پڑے ہوئے طعام کھانا جائز ہے، اگرچہ دفن نہ ہوا ہو۔ اور جب میت کے گھر والوں کے لئے یہ جائز ہے تو اہل محلہ کے لئے اس کا جواز بہت زیادہ ظاہر ہے۔

دیوبندیوں کے مولوی گنگوہی نے حدیث سے مسئلہ ثابت کرنے میں بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔ تو عام لوگوں میں جو مشہور ہوا ہے کہ جب تک مردہ گھر سے نہیں نکلا ہو تو اس گھر اور اس کے پڑوس میں کھانا ناجائز ہے، یہ صحیح نہیں ہے۔ اس پر علامہ تھانوی نے اپنے رسالہ اغلاط العوام میں تنبیہ کی ہے۔ اور اس طرح صاحب مدخل نے بھی تنبیہ کی ہے کہ مردہ کے فوت ہونے

---

[1] (صحیح بخاری، ج۲، ص ۸۲۲، ص ۸۲۶، اخرجہ مسلم فی صحیحہ، ج۲، ص ۲۰۹، باب استحباب تحنیک المولود)

[2] (ایضًا علی البخاری بحوالہ کرمانی وفتح الباری، کرمانی، ج ۱۰، ص ۵۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، فتح الباری، ج۹، ص ۵۸۹، عمدۃ القاری، ج ۲۱، ص ۱۲۶، ۱۲۷، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

[3] (لامع الدراری علی جامع البخاری، ج۳، ص ۳، ۲، ایچ ایم سعید، کراچی)

سے اس کے دفنانے تک کچھ نہ کھائے۔ بعض لوگوں نے اس کا احداث کیا ہے یعنی یہ بدعت سیئہ رائج کی، اس سے ڈر کر اپنے آپ کو محفوظ کرنا چاہیئے (یعنی اس باطل عقیدہ سے بچنا چاہیئے)۔

اور دلائل النبوۃ للبیہقی، ج۶، ص۱۷۱، دارالحدیث قاہرہ میں کچھ تفصیل سے نقل کی ہے اور فرمایا کہ اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے انس بن ملک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موصولاً نقل کی ہے اور یہ بھی اس میں ہے کہ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس بچے کی پیشانی مسح فرما کر اس کا نام عبد اللہ رکھا تو یہ مسح آپ کے ماتھے میں سفید نشانی تھی۔[1]

اور صحیح البخاری نے اس حدیث کو ج۱، ص۷۳، ۱۷۴ پر بھی بیان کیا ہے، اور معجم الکبیر للطبرانی، ج۲، ص۱۱، دارالاحیاء التراث تفصیل کے ساتھ پہلے کو: حدثنا محمد بن ھارون اور دوسرے کو حدثنا عمر بن حفص السدوسی سے، ص۶۷، ۸۶ محقق نے تحت الخط ذکر کی ہے، ص۲۸۸، رواہ احمد، ج۳،۱۸۱، ۱۹۶، ۲۸۷، ۲۸۸، مسلم، رقم الحدیث:۲۱۴۴، ابن حبان، رقم الحدیث:۷۵، مسند ابو یعلیٰ، ج۲، ص۱۹۱، البیہقی، ج۴، ص۶۵، ۶۶، مسند امام احمد، دارالفکر، بیروت (۶ جلد والی کی) ج۳، ص۱۰۵، ۱۰۶ پر چار روایات ذکر کی ہیں، اور ابی یعلی الموصلی متوفی ۳۰۷ھ نے اپنی مسند، ص۲۰۷، رقم الحدیث:۳۳۸۵، ج۳، ، دارالکتب علمیہ، بیروت، ص۳۴۴، رقم الحدیث: ۸۷۵، ج۳، ، دارالکتب علمیہ، بیروت، صحیح ابن حبان، ج۶، رقم الحدیث:۱۹۶۷، ذکر وصف تزوج ابی طلحۃ ام سلیم، ص۳۶۲، الجزء الثامن والتاسع، رقم الحدیث:۱۹۶۷، ج۶، ص۳۶۲، ۳۶۳، دارالفکر، بیروت، السنن الکبریٰ للبیہقی مع الجواھر النقی، ج۴، ص۶۶، مطبع ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان، باب استحباب تحنیک المولود، مسلم، ج۲، ص۲۰۸، کراچی۔

خلیفۃ المسلمین کی طرح جلیل القدر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت

عَنْ أُمِّهَا مَرْيَمَ بِنْتِ فَرْوَةَ، أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ، لَمَّا حَضَرَهُ الْوَفَاةُ قَالَ: «إِذَا أَنَا مُتُّ فَشُدُّوا عَلَى بَطْنِي عِمَامَةً، وَإِذَا رَجَعْتُمْ فَانْحَرُوا وَأَطْعِمُوا» قَالَ خَالِدٌ: ثُمَّ قَالَ لِي حَفْصٌ: لَيْسَ كَمَا يَصْنَعُ بَنِيكَ أَهْلُ آلِ الْمُهَلَّبِ وَثَقِيفٍ۔

ترجمہ: کہ جب آپ کی وفات کا وقت آگیا فرمایا جب میں وفات پاچکا تو میرا پیٹ عمامہ یعنی پگڑی سے باندھو اور جب آپ میرے جنازے سے ہو کر واپس آجائیں تو اونٹ ذبح کر کے (اونٹ کو نحر کہا جاتا ہے) کھانا کھلاؤ۔ خالد نے فرمایا کہ مجھے حفص نے کہا کہ نہیں جیسا آپ کے اہل بیت مطلب کہ اولاد کرتی ہے۔[2]

---

[1] (دلائل النبوۃ للبیہقی، ج۶، ص۱۷۱، ۱۷۲)

[2] (المعجم الکبیر للطبرانی ومریم لم أجد من ذکرها، مجمع الزوائد، ج۳، ص۸۵، دارالفکر بیروت، طبرانی معجم الکبیر، ج۸، جزء۱۸، ص۷۳، دارالاحیاء التراث العربی، بیروت، سیر الصحابۃ اردو، ج۴، حصہ۷، ص۲۰۴)

عمران کی صحت نہایت خراب تھی آخر میں استقاء کا مرض ہو گیا تھا۔ آخر کار یہاں تک نوبت پہنچی کہ پیٹ میں شگاف ہو گیا۔[1] جب زندگی سے مایوس ہو گئے تو تجہیز و تکفین کے متعلق یہ ہدایت دی کہ جنازہ جلدی جلدی لے چلنا یہود کی طرح آہستہ آہستہ نہ لے کر چلنا، جنازہ کے پیچھے آگ نہ جلانا، نالہ و شیون نہ کرنا، قبر مربع چار بالشت اونچی رکھنا، دفن کرکے واپس جا کر کھانا کھانا۔[2] اصابہ میں آپ کا تذکرہ، ج۵، ص۲۶، ۲۷ پر ہے۔ وفات ۵۲ھ یا ۵۳ھ میں ہوئی۔ اسد الغابۃ، ج۳، ص۷۷۷، دار الفکر، بیروت پر آپ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ بصرہ میں آپ سے کوئی افضل صحابی نہیں تھے اور مستجاب الدعوات تھے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت

حفص بن النصر السلمی نے اپنی والدہ سے جو عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی تھیں روایت کی کہ عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے میرے عمامے سے تابوت پر باندھ دینا، پھر جب دفن کرکے پلٹنا تو اونٹ ذبح کرکے کھلانا۔[3]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق علامہ ابن حجر عسقلانی کا انکشاف

وأخرج الطبراني وابن منده بسند صحيح عن ابن سيرين قال: لم يكن تقدم على عمران أحد من الصحابة ممن نزل البصرة۔ وقال أبو عمر: كان من فضلاء الصحابة وفقهائهم يقول عنه أهل البصرة: إنه كان يرى الحفظة وكانت تكلمه۔

علامہ ابن سیرین سے طبرانی اور ابن مندہ نے صحیح سند سے نقل کی ہے: فرمایا وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو بصرہ کو آئے عمران بن حصین سے کوئی بھی پہلے نہیں آئے۔ اور ابو عمر نے فرمایا فضلاء (جمع ہے فاضل کی یعنی فضیلت والا) صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے تھے اور ان کے فقہاء میں سے تھے۔ اہل بصرہ ان کے بارے میں کہتے تھے کہ آپ حفظہ ملائکہ دیکھتے تھے اور ان کے ساتھ باتیں کرتے تھے، اھ۔[4]

---

[1] (ص ۲۰۴)

[2] (ص ۲۵۰)

[3] (طبقات ابن سعد، ج ۲، حصہ چہارم، ص ۳۳۴، نفیس اکیڈمی، کراچی)

[4] (اصابۃ، ج۵، ص ۲۶، ۲۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت

علامہ سید مناظر احسن گیلانی، سابق صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے عاشق زار اور معاشی مساوات کے علمبردار صحابی کی محققانہ سوانح اور پر کیف حالات

ناشر: نفیس اکیڈمی، کراچی

ربذہ ایک مختصر گاؤں کی صورت میں مدینہ منورہ سے کل تین منزل دور تھا۔[1]

ربذہ بالکل خالی ہوگیا۔ زندہ نفوس میں وہاں صرف آپ کا ایک جسم بیمار اور آپ کے اہل وعیال رہ گئے اور بس[2] (ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کے مطابق بیوی اس انتظار میں کہ کوئی آئے اور آپ کی تجہیز وتکفین کرے) روتی دھوتی یاس وناکامی کے ساتھ آپ کی زوجہ محترمہ اٹھیں اور سڑک کنارے آکر بیٹھ گئیں۔[3]

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیوی کو ادھر بھیج کر اپنی بچی کو پکارا اور فرمایا: بٹی ایک بکری ذبح کرو اور فورًا اس کے گوشت کو آگ پر چڑھا دو گھر میں مہمان آرہے ہیں، جب وہ مجھے دفن کرلیں تو تم ان سے کہنا کہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ لوگوں کو خدا کی قسم دی ہے کہ جب تک کھانا نہ کھالیں اپنی سواریوں پر سوار نہ ہوں۔[4]

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے کی یہ عجیب خصوصیت ہے، عام طور پر لوگوں کی تمنا ہوتی ہے کہ میرے جنازے کی نماز کوئی عالم دین پڑھائے، لیکن قدرت نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اس آرزو کو عجیب طریقے سے پورا کیا کہ اسلامی دینیات کی سب سے زیادہ معتبر ترین شکل یعنی "حنفیت" (مذہب حنفیت) جس صحابی اور تابعین کے ذریعے سے امت تک پہنچی ہے، اسی فقہ کے تین امام یعنی عبد اللہ بن مسعود، علقمہ اور اسود اس میں شریک ہیں۔ ان بزرگوں کے صحیح مقام اگر جاننا چاہتے ہیں تو میری کتاب "تدوین فقہ" میں دیکھئے۔[5]

---

[1] (ص ۲۱۱)
[2] (ص ۳۹۹)
[3] (ص ۲۴۱)
[4] (ص ۲۴۳)
[5] (ص ۲۵۳)

دفن کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے رفقاء کے ساتھ باچشم ِتر خیمہ میں آگئے۔ بیوی صاحبہ اور آپ کی یتیم صاحبزادی صاحبہ وہاں موجود تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تسلی و تشفی کے کلمات ان کو کہے خود بھی سنبھلے، ان کو بھی سنبھالا، جب گونہ سکون پیدا ہو گیا تو چلنے کے ارادے سے اٹھے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحب زادی نے پوچھا کہ کہاں تشریف لے چلے؟ ابا نے وصیت کی ہے اور خدا کی قسم دی ہے کہ جب تک آپ لوگ کچھ کھانہ لیں سوار نہ ہوں۔ انہوں نے اپنی زندگی میں بکری ذبح کرا کے پکانے کا حکم دے دیا تھا جو پک کر رکھی ہوئی ہے۔ یہ فرما کر کھانا پیش کر دیا۔[1]

یہ ہے تقسیم ترکہ سے پہلے پکی ہوئی روٹی اسی گھر میں جہاں وہ فوت ہو چکا تھا اور اسی گھر میں ان معتبر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسے پہلے دن جنازہ سے فراغت کے بعد کھایا۔ **فعتبروا یا اولی الابصار**!

آپ کے حالات کے لئے طبقات ابن سعد اردو، حصہ چہارم، ص ۲۸۴ سے ۲۹۸، نفیس اکیڈمی، کراچی مطالعہ کریں۔

خیر القرون میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دستور

سنن النسائی میں امام سندھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

روى أحمد في كتاب الزهد وأبو نعيم في الحلية عن طاوس قال إن الموتى يفتنون في قبورهم سبعا وكانوا يستحبون أن يطعموا عنهم تلك الأيام۔

اسی طرح حافظ جلال الدین سیوطی نے نسائی پر ص ۲۹۰ مع روایت ابن جزیر اور الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، ج ۴، ص ۴۹، تحت قولہ تعالیٰ **يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا (إبراهيم ۲۷)**، روایت ۳۷، ۳۸، اخرجہ ابن جزیر، دارالمعرفہ، بیروت۔ اور فتاویٰ میں اس پر مفصل رسالہ طلوع الثریا باظہار ماکان رسالہ لکھا ہے، الحاوی للفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۷۸، مطبوعہ مکتبہ النوریہ الرضویہ، لائلپور۔ اور حیاۃ الحیوان الکبریٰ، ج ۱، ص ۶۵۳، باب الطاء (الطاؤس) الطبعۃ الثانیۃ، المطبوعۃ اٗمیر قم، عقائد السنیۃ، ص ۲۲، مطبع فاروقیہ ۱۴۰۹ھ، کتاب حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ج ۴، ص ۱۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۱۷، ۲۱۸، علوم اسلامیہ، لاہور، ذکر والصدقہ عن المیت بلا خلاف بین اہل العلم وفیہ وردت الاحادیث الصحیحۃ، ص ۲۱۸، اشعۃ اللمعات، ج ۱، ص ۷۶۲، حمن گل، پشاور۔

---

[1] (ص ۴۴۵)

ترجمہ: سات دن تک اموات اپنی قبروں میں تکلیف اور سوال وجواب میں ہوتی ہیں۔[1] تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہاں سات دن ان کی طرف طعام دینا مستحب جانا جاتا تھا۔[2]

اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میت کی طرف صدقہ کرنے میں اہل علم کے یہاں کوئی اختلاف نہیں اور اس بارے میں احادیث صحیحہ آئی ہیں۔ اور شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ شخصیت ہیں جس نے ہند و پاک میں احادیث مبارکہ نشر کی ہیں، اس لئے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو ہند و پاک میں نشر کی نسبت بے بنیاد ہے۔ ایک کام جب پہلے ایک شخص کرے تو اس کے بعد کرنے والے کو اس کا پہلا کرنے والا کہنا غلط اور بے بنیاد ہے جیسا کہ یہ بات اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔

اس طرح حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح نے بھی دفن سے سات دن تک صدقہ کے استحباب کی تصریح کی۔[3]

رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اہل میت کی دعوت قبول کرنا اور مشتبہ کھانا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حلق سے نہیں اترا

وَعَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةٍ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْقَبْرِ يُوصِي الْحَافِرَ يَقُولُ: «أَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ أَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ» فَلَمَّا رَجَعَ اسْتَقْبَلَهُ دَاعِي امْرَأَتِهِ فَأَجَابَ وَنَحْنُ مَعَهُ وَجِيءَ بِالطَّعَامِ فَوَضَعَ يَدَهُ ثُمَّ وَضَعَ الْقَوْمُ فَأَكَلُوا فَنَظَرْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يلوك لُقْمَةً فِي فمه ثُمَّ قَالَ أَجِدُ لَحْمَ شَاةٍ أُخِذَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ أَهْلِهَا فَأَرْسَلَتِ الْمَرْأَةُ تَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَرْسَلْتُ إِلَى النَّقِيعِ وَهُوَ مَوْضِعٌ يُبَاعُ فِيهِ الْغَنَمُ لِيُشْتَرَى لِي شَاةٌ فَلَمْ تُوجَدْ فَأَرْسَلْتُ إِلَى جَارٍ لِي قَدِ اشْتَرَى شَاةً أَنْ أرسل إِلَيَّ بِهَا بِثَمَنِهَا فَلَمْ يُوجَدْ فَأَرْسَلْتُ إِلَى امْرَأَتِهِ فَأَرْسَلَتْ إِلَيَّ بِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَطْعِمِي هَذَا الطَّعَامَ الْأَسْرَى۔ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ۔

ترجمہ: حضرت عاصم ابن کلیب (تابعی) اپنے والد (کلیب) سے اور وہ ایک انصاری شخص (یعنی ایک انصاری صحابی) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا (ایک دن) ہم رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ کی نماز اور تدفین میں شرکت کے لئے گئے (قبرستان پہنچ کر) میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قبر (کے کنارہ) پر ہیں اور گورکن کو ہدایت دینے لگے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ

[1] (الحاوی للفتاویٰ، ص ۱۸۶)

[2] (حاشیۃ السندھی علی السنن النسائی، ج۴، ص ۱۰۳، الناشر: مکتب المطبوعات الإسلامیة - حلب)

[3] (طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۵۰۹، طبع ثانی، تلک عشرۃ کاملۃ، ص ۱۲، شرح شرعۃ الاسلام، ص ۵۲۹)

واصحابہ وسلم اس (گورکن) سے فرماتے تھے کہ پائنتی کی طرف سے قبر کو کشادہ کرو اور سر کی جانب سے اور کشادہ کرو۔ پھر جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم (تدفین سے فارغ ہو کر) واپس ہونے لگے تو سامنے سے ایک شخص نے آکر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کو میت کی بیوی کی طرف سے (لفظ امرأةٍ اور امرأته کا معنی ایک ہی ہے) کھانے کی دعوت دی جس کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم نے قبول فرمالیا(چنانچہ) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم اس کے گھر تشریف لے گئے اور ہم بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کے ساتھ ہوئے (کیونکہ یا تو اس عورت نے جماعت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کو کھانے پر بلایا تھا یا یہ کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کے طفیل میں ساتھ ہو لئے) جب کھانا لایا گیا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور سب لوگوں نے بھی اپنے ہاتھ بڑھائے اور کھانا کھانے لگے۔ لیکن پھر (کھانا کھاتے کھاتے) ہم نے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم (نے جو پہلا) لقمہ (منہ میں ڈالا تھا اسی) کو چبائے جارہے ہیں یعنی اپنے منہ میں ادھر ادھر گھمارہے ہیں (ابھی ہم حیرت سے دیکھ ہی رہے تھے کہ) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم نے فرمایا میں اس گوشت کو ایک ایسی بکری کا گوشت محسوس کر رہا ہوں جس کو اس کے مالک کی اجازت کے بغیر لے لیا گیا ہے۔ اس عورت (کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کی اس بات کا علم ہوا تو اس) نے آدمی بھیج کر صورت حال عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم میں نے بکری خریدنے کے لئے ایک آدمی کو نقیع بھیجا تھا، وہ (نقیع) ایک جگہ کا نام ہے جہاں بکریوں کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ لیکن وہاں بکری دستیاب نہیں ہوئی تو میں نے اپنے ہمسائے کے پاس آدمی بھیجا، جس نے ایک بکری خرید رکھی تھی اور کہلوایا کہ اس نے جس قیمت پر وہ بکری خریدی ہے اسی قیمت پر اس بکری کو میرے ہاتھ فروخت کر دے۔ لیکن وہ ہمسایہ اپنے گھر نہ ملا۔ تب میں نے اس ہمسایہ کی بیوی کے پاس آدمی بھیجا اور اس نے وہ بکری میرے پاس بھیج دی۔ (یہ تفصیل سن کر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔ یہ روایت ابو داؤد اور دلائل النبوۃ میں امام بیہقی نے نقل فرمائی ہے۔ اس طرح باقی مندرجہ کتب نے بھی امرأة سے نقل کی، جس میں سیاق وسباق واضح قرینہ ہے کہ عورت میت کی بیوی تھی۔ اور خلاف سیاق وسباق ترجمہ کھلی تحریف ہی ہے۔[1]

مرقاۃ میں کسی نے حاشیہ پر تحریر[2] کیا ہے۔

---

[1] (مشكاة المصابيح، ج٣، ص ١٦٧١، الناشر: المكتب الإسلامي - بيروت)

[2] فیض محمد نام ہے، پتہ نہیں کہ کون ہے اور کس عقیدے والا ہے۔

(سنن ابی داوٗد، باب اجتناب شبہات، ص۱۱۷، ج۲، مشکل الآثار، ص۱۳۲، ج۲، سنن الکبریٰ، ص۹۷، ج۶، شرح معانی الآثار، ص۳۲۰، ج۲، دار قطنی، ص۵۴۵، ج۲، مسند احمد، ص۲۹۳، ج۵، خصائص الکبریٰ، ص۱۰۳، ج۲، مستدرک للحاکم، ص۲۳۴، ج۴ وغیرہ ذلک)

ابی داوٗد، ایچ ایم سعید، کراچی مع حاشیۃ التعلیق المحمود لفاضل العلامۃ الحافظ الواقف بالآیات والسنن مولوی فخر الحسن (الگنگوہی) دیوبندی نے اس پر تحریر فرمایا ہے:

قولہ فوضع یدہ قال الشیخ ولی اللہ المحدث الدھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ھذا الحدیث یدل علی انہ یجوز للضیف ان یتناول من بیت المصاب لموت قریبہ وفیہ رد علی ما اشتھر فی زماننا ھذا علی السنۃ الناس قولہ اطعمیھا الاساری۔ الاساری جمع اسیر وکانوا فی ذلک الزمان کفارًا ولما لو یجددا صاحب الشاۃ لیستحلوا امنہ وکان الطعام فی معرض التلف امرھا باطعامھم۔

یہی وجہ ہے امرأۃ والی روایت پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ مہمان کو جائز ہے کہ مصیبت زدہ کے گھر سے کہ وہ اپنے قریبی رشتہ دار کی وجہ سے مغموم ہو کھانا کھایا کرے۔ اس میں اس بات کا رد ہے جو ہمارے زمانہ کے لوگوں میں مشہور ہوا ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ اس کھانے کو قیدیوں کو کھلا دو کہ اہل قید اس زمانہ میں کفار تھے اور بکری والا آدمی دستیاب نہ ہوا کہ اس سے حلال کرنا طلب کریں اور طعام ضائع اور خراب ہوتا تھا تو ان کو کھلانے کا حکم دیا۔[1]

شیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشاعت الشرک والبدع کو گمراہی کا رستہ مکمل بند کرنے کے لئے امرأۃٍ تنوین جو تنوین عوضی ہے مضاف الیہ سے آپ مضاف الیہ کو تنوین کی جگہ ذکر کیا تاکہ کوئی شخص حدیث شریف کا غلط ترجمہ اور تشریح نہ کرے۔

اقسام تنوین

تنوین بے پنج قسم شد اے یار من بگیر۔ اول تمکن است عوض ثالثش تنکیر دیگر مقابلہ است ترنم برادرم،
ایں پنج قسم یاد کن کہ شوے شاہ بے نظیر۔

امرأۃ میں تنوین تنکیر نہیں ہے۔

قال الرضی تنوین التنکیر مختصۃ بالصوت واسم الفعل نحو سیبویہ وصہ۔

---

[1] (سنن ابی داؤد، ج۲، ص۱۱۷، التعلیق لمحمود علی سنن ابی داؤد، ج۲، ص۱۱۷)

یعنی رضی نے فرمایا کہ تنوین تنکیری صوت اور اسم فعل کے ساتھ خاص ہے۔ اور خاص اس کو کہا جاتا ہے کہ اس کے علاوہ کہیں موجود نہ ہو، ورنہ خاص خاص نہیں رہ جاتا۔

وقدتوهم ان التنوين فی مثل رجل للتنكر وهذاغلط۔

یعنی اور یہ وہم کہ رجل جیسے اسم میں تنوین تنکیری ہے، یہ غلط ہے۔[1]

وخاصة الشئي مايختص به ولا يوجد فی غيره۔

شئی کا خاصہ وہ ہے جو اس کے ساتھ خاص ہو اور اس کے علاوہ کسی چیز میں نہ پایا جاتا ہو۔[2]

یہی وجہ ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

پیش آمد آنحضرت را دعوت کنندہ بطعام از جانب زن آن میت۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو طعام کے لئے دعوت دینے والا آیا میت کی عورت کی طرف سے۔

اور اس پر کوئی جرح اور تنقید نہیں کی۔[3]

ای امرأۃ المیت۔

یعنی میت کی عورت۔[4]

اس طرح مشکوٰۃ کے پہلے شارح نے بھی اس کا کوئی حرف مخالف نہیں لکھا۔ شرح طیبی میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مرقاۃ المفاتیح میں اور محمد قطب الدین شاہجہان آبادی نے بھی یہی گواہی اور فتویٰ دیا ہے کہ دعوت دینے والی میت کی بیوی تھی۔

ای زوجة المتوفی۔

دعوت کرنے والی طعام کی اُس میت کی بیوی تھی۔[5]

---

[1] (درایہ شرح ھدایۃ النحو، ص ۲۷۵، قدیمی کتب خانہ، کراچی، نوادر الوصول، ص ۳۷، مجیدیہ، ملتان)

[2] (شرح ملاجامی، ص ۲۳)

[3] (اشعۃ اللمعات، ج ۴، ص ۲۰۷، پشاور)

[4] (لمعات التنقیح، ج ۴، ص ۵۰۹)

[5] (مرقاۃ المفاتیح، ج ۱۱، ص ۲۲۳، مکتبہ امدادیہ، ملتان، مظاہر الحق، ج ۴، ص ۴۵)

مولوی عبد اللہ جاوید غازی پوری (فاضل دیوبند) کی تصدیق

پھر جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم (تدفین سے فارغ ہو کر) واپس ہونے لگے تو سامنے سے ایک شخص نے آکر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو میت کی بیوی کی طرف سے کھانے کی دعوت دی جس کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے قبول فرمایا، الخ۔[1]

حدیث مخرجہ ابی داؤد کے متعلق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تبصرہ

مولوی فیض الحسن الگنگوہی الدیوبندی کے فتویٰ آپ نے سابقہ بیان میں ملاحظہ کیا۔ اب مولوی خلیل احمد سہارنپوری کا فتویٰ بھی سنیئے:

فجاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فی بیت المیت، اھ۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میت کے گھر آئے۔[2]

مولوی محمد شمس الحق العظیم آبادی عون المعبود شرح ابی داؤد میں تحریر فرماہیں:

داعی امرأۃ قال القاری أی زوجۃ المتوفی۔

ایک شخص نے آکر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو میت کی بیوی کی طرف سے کھانے کی دعوت دی۔[3]

اس حدیث مبارک سے استدلال کی وجوہ مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ مرحوم کے اہل خانہ نے مرحوم کی وفات کی پہلی رات صدقہ نفلی کا کھانا پکایا اور حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو کھانا پکانے کی اطلاع نہیں دی (یعنی پہلے سے باقاعدہ اجازت نہیں لی) جس سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ مرحوم کی وفات کے بعد پہلی رات کو مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے کھانا پکانا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں رائج تھا۔

۲۔ امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خاتون کی دعوت قبول کی اور ان کے گھر تشریف لے گئے۔ سو معلوم ہوا کہ صدقہ نفلی کا کھانا مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے پکانا، کھانے کے لئے بلانا، وہاں جانا، کھانا، کھانے کی دعوت قبول کرنا سب جائز ہے۔

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ایک لقمہ تناول فرمایا جو ثبوت جواز کے لئے کافی ہے۔

---

[1] (مظاہر حق جدید، ج۵، ص ۵۰۸)

[2] (بذل المجھود فی حل ابی داؤد، ج۵، ص ۲۳۹)

[3] (عون المعبود شرح ابی داؤد، ج۹، ص ۹۹، قدیمی، کراچی)

۴۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ کھانا کھالینا اور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ان کو منع نہ کرنا ثبوت جواز کے لئے کافی ہے۔

۵۔ اس خاتون کا بیان کرنا (کہ یہ گوشت کس طرح حاصل کیا گیا) پھر بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو منع نہ فرمایا اور یہ نہ فرمایا کہ یہ گوشت یا اس کا کھانا حرام ہے (لہٰذا اے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تم نے جتنا کھایا ہے اس کو قے کر دو)۔ نہ حرام فرمایا اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قے کرنے کا حکم فرمایا۔

۶۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس خاتون (جناب صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو حکم فرمایا: **أَطْعِمِي هَذَا الطَّعَامَ الْأَسْرَى۔** (یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو) نہ فرمایا **لا تطعمیہ احدا لانہ حرام** (کہ کسی کو نہ کھلانا کیونکہ یہ حرام ہے۔ جب حرام نہ فرمایا بلکہ قیدیوں کو کھلانا ثابت ہے)۔

ظاہر ہوا کہ صدقۂ نفلی کا پکایا ہوا کھانا کھانا حلال ہے، حرام نہیں ہے۔

ولکن الوھابیۃ قوم لا یعلمون۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسی دعوتوں میں تشریف لے جایا کرتے تھے اور ایسے کھانے کی جانب ہاتھ مبارک بڑھاتے تھے۔ تو ثابت ہوا کہ میت کے گھر پہلی رات برائے ایصال ثواب کھانا پکانا نیز دوسرے ایام سوم، ساتواں، چہلم، عرس وگیارہویں کا کھانا پکا کر کھلانا جائز ہے۔

(المقاصد السنیہ، ص ۲۶۵)

فقہاء کرام اور محدثین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ عورت میت کی بیوی تھی۔ وہابی حضرات کو میرا چیلنج ہے کہ اگر یہ عورت متوفی صحابی کی زوجہ نہیں تھیں تو کس کی بیوی تھیں، ذرا اس صحابی کا نام بتا دیں۔

ا۔ وہ عورت کون تھی؟

شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز مشکوٰۃ شریف کی اپنی دونوں شروح لمعات التنقیح (عربی) اور اشعۃ اللمعات (فارسی) میں تسلیم کرتے ہیں کہ وہ عورت مرنے والے کی بیوی تھیں، جنھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی دعوت کی تھی۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

کہ بر گزشت آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یعنی از دفن میت پیش آمدرا۔آنحضرت را دعوت کند بطعام از جانب میت۔[1]

۲۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں تسلیم کرتے ہیں کہ وہ عورت میت کی تھی۔ مولوی قطب الدین مظاہر حق شرح مشکوٰۃ میں تسلیم کرتے ہیں کہ وہ عورت فوت ہونے والے کی تھی۔علاوہ ازیں مشکوٰۃ شریف کی جو شرح مرعاۃ وہابیوں نے کی ہے اس میں بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ عورت مرنے والے کی تھی۔

۳۔ مولاناعبد الہادی دیوبندی نے بھی تسہیل المشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ یہ عورت میت کی تھی۔

ہم تمہیں یہ چیلنج کرتے ہیں کہ تم مذکورہ حدیث کے کسی بھی حصے سے ثابت کردو کہ وہ عورت میت کی بیوی نہیں تھی بلکہ فلاں عورت تھی۔ اگر تم اس چیلنج کو قبول کرنے کی حیثیت نہیں رکھتے تو خوامخواہ کی شرانگیزیوں سے باز آجانا چاہیئے۔اس کے علاوہ ہم یہ پوچھتے ہیں کہ پورے چودہ سو سال گزر جانے کے بعد تمہیں اس تحقیق کا جنون کیوں ہوا؟ اور پہلے محدثین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ پر تمہارا اعتبار کیوں نہیں رہا؟

تشریح: ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ میت کے کھانے کے سلسلے میں فقہاء کے جو اقوال ہیں بظاہر یہ حدیث ان کے خلاف ہے۔ مثلاً بزازیہ، زیلعی اور ابن الھمام وغیرہ، اس کے کئی جوابات ہیں:

ا۔ مذہب حنفی کا بیان ہوا ہے جس کے ساتھ ساتھ قرآنی آیات اور کئی احادیث بھی ذکر کی گئی ہیں۔ اس لئے مذہب حنفی کے خلاف ان فقہاء کے اقوال ہیں، قابل عمل نہیں۔

۲۔ مذکورہ آیات اور احادیث کے خلاف ان کے فتویٰ پر اہل اسلام کے لئے عمل نہیں بلکہ قرآن وحدیث پر عمل ضروری ولازمی ہے۔

تفسیر مظہری میں علماء دیوبندی کا مسئلہ

إذا افتی المجتهد وظهر ان فتواه مخالف للكتاب أو السنة وجب علينا اتباع الكتاب والسنة روى البيهقي في المدخل بإسناد صحيح إلى عبد الله بن المبارك قال سمعت أبا حنيفة يقول إذا جاء عن النبي صلى الله عليه وسلم فعلى الرأس والعين وذكر عن روضة العلماء عن أبي حنيفة قال اتركوا قولي بخبر الرسول صلى الله عليه وسلم وقول الصحابة رضي الله عنهم ونقل عنه انه قال إذا صح الحديث فهو مذهبي۔

[1] (اشعۃ اللمعات، ص ۵۲۹)

ترجمہ: امام بیہقی نے مدخل میں صحیح سے عبد اللہ بن مبارک سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ جب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے آجائے تو سر و چشم سے مقبول ہے اور روضۃ العلماء سے نقل کی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ آپ نے فرمایا کہ میرا قول اور بات رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خبر کے مقابلہ میں چھوڑ دو اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقابلہ میں۔ اور آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ جب حدیث صحیح ہو تو وہ میرا مذہب ہے۔[1]

ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے شافعی کو یہ کہتے سنا: "جب تم میری کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی سنت کے خلاف کوئی بات پاؤ تو سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مطابق بات کرو، اور جو کچھ میں نے کہا ہے اسے چھوڑ دو۔ خطیب نے الفقیہ والمتفقہ، ج۱، ص۱۵۹، ابو نعیم نے حلیہ، ج۹، ص۱۰۷ اور بیہقی نے مناقب، ج۱، ص۴۷۳ میں اس کی تخریج کی ہے، اھ۔

لہٰذا اصل مذہب اور نصوص مذکورہ کے خلاف ان فقہاء کا فتویٰ قابل قبول نہیں ہے۔

الکراھیۃ لابد لہ من دلیل خاص، اھ۔

حکم شرعی کے لئے دلیل شرعی ضروری ہے۔[2]

قال النووی (والمذھبان فاسدان) لان الکراھۃ انما ثبتت بنھی الشرع ولم یثبت فیہ نھی، اھ۔

یعنی کراہت کے لئے خاص دلیل ضروری ہے کراہت منع شرعی سے ثابت ہوتا ہے اور اس میں نہی نہیں، لہٰذا کراہیت نہیں ہے۔[3]

مسئلہ شاتم والساب للجناب الرفیع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں بزازیہ کی رائے

ابن عابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

وقد یتفق نقل قول فی نحو عشرین کتابًا من کتب المتاخرین ویکون القول خطأ اخطأبہ اول واضع لہ فیأتی من بعدہ وینقلہ عنہ وھکذا ینقل بعضھم عن بعض کما وقع ذلک فی بعض مسائل مایصح تعلیقہ ومالا یصح کما فیہ علی ذلک العلامۃ ابن نجیم فی البحر الرائق۔

---

[1] (التفسیر المظھری، ج ۱، ص ۸۲۹، ناشر: مکتبۃ رشدیہ، پاکستان)
[2] (بحر، ج۸، ص ۲۱۳)
[3] (التحریر المختار لردالمحتار، ج ۱، ص ۱۱۴، مصری، النووی، ص ۲)

ترجمہ: اور یقیناً کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بیس کتابوں میں متاخرین کی کتابوں سے نقل متفق ہوتی ہے۔اور وہ قول خطا ہوتا ہے اس کے پہلے واضع نے خطا ہو کر بیان کی ہو اور اس کے بعد آنے والے اس سے نقل کرتے ہیں اور اس طرح بعض بعض سے نقل کرتے ہیں جیسا کہ یہ بعض رسائل میں واقع ہوا ہے اور اس کی تعلیق صحیح ہوتی ہے اور وہ جس کی تعلیق صحیح نہیں جیسا کہ صاحب بحر ابن نجیم نے اس کی تنبیہ کی ہے، اھ۔[1]

(ومن) ذلک مسئلة عدم قبل توبة الساب للجناب الرفیع صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فقد نقل صاحب الفتاویٰ البزازیة انه یجب قتله عندنا ولا تقبل توبته وان اسلم وعزا ذلک الی الشفاء للقاضی عیاض المالکی والصارم المسلول لابن تیمیة الحنبلی ثم جاء عامة من بعده وتابعه علی ذلک وذکروه فی کتبهم حتی خاتمة المحققین ابن الهمام وصاحب الدرر والغرر مع ان الذی فی الشفاء والصارم المسلول ان ذلک مذهب الشافعیة والحنابلة واحدی الروایتین عن الامام مالک مع الجزم بنقل قبول التوبة عندنا وهو المنقول فی کتب المذهب المتقدمة ککتاب الخراج لابی یوسف وشرح مختصر الامام الطحاوی والنتف وغیرها من کتب المذهب، اھ۔

ترجمہ: اور اس میں سے جناب رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساب کی توبہ کا عدم قبول ہے۔ صاحب بزازیہ نے شفاء قاضی عیاض اور صارم المسلول ابن تیمیہ کو نسبت کرتے ہوئے کہا کہ اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ ہمارے نزدیک اور اس کا توبہ مقبول نہیں کی جاتی، پھر اس کے بعد عام آنے والوں نے آپ کی اتباع کی اور اس کو اپنی کتابوں میں ذکر کی یہاں تک کہ خاتم المحققین ابن الھمام اور صاحب درر غرر نے یہی طریقہ اپنایا۔ اس کے باوجود کہ شفا اور صارم المسلول میں مذکور مذہب امام شافعی اور حنابلہ اور ایک روایت میں امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ جرم کے ساتھ اس کی توبہ قبول کرنا ہمارے مذہب میں یہ کتب متقدمہ میں نقل کی گئی ہے جیسے امام ابویوسف کی کتاب الخراج اور شرح مختصر امام طحاوی اور نتف وغیرہ میں کتب مذہب حنفی سے۔[2]

اس طرح اس کتاب کے ص ۳۳۰ پر تحریر فرما ہیں، اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

وقد نقل ذلک صاحب البزازیة مع تصرف فی التعبیر اصاب فی بعض منه دون بعض، اھ۔

یعنی صاحب بزازیہ مذکورہ کتب سے نقل تعبیر کچھ تصرف کے ساتھ کی بعض میں صحت کو پہنچا ہے اور بعض میں نہیں۔[3]

[1] (رسائل ابن عابدین، ج ۱، ص ۱۳)

[2] (رسائل ابن عابدین، ج ۱، ص ۱۴، سہیل اکیڈمی، لاھور)

[3] (رسائل ابن عابدین، ج ۱، ص ۳۳۰، سہیل اکیڈمی، لاھور)

اور ص ۳۳۱ پر لکھتے ہیں:

کہ جب ہم نے ائمہ ثقات کو دیکھا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مذہب ان کے قول کے خلاف ہے جیسا کہ ہم نے سابقہ بیان امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خراج کی عبارت ذکر کی اور اس کے لئے شرح طحاوی کی عبارت نقل کی وہ مذہب کی عمدہ کتاب ہے۔

آگے جا کر ص ۳۳۲ پر لکھتے ہیں:

وما كان ينبغي له ولا البزازی ان يفعلا ذلک فان فيه ايها ما عظيما لمن بعدهما وقد وقع كا رأيت حيث تابع البزازی من بعده على شئی لا اصل له فی كتب المذهب ولا نقله احد ممن قبلهم، الخ۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے یہ مناسب اور جائز نہیں تھا اور نہ بزازیہ کے لئے کہ آپ ایسا کرتے کیونکہ اس میں بعد میں آنے والے علماء کو بڑے وہم میں واقع ہونا ہے، جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ ایسا ہوا ہے کہ بزازیہ سے بعد میں آنے والوں نے آپ کی اتباع کی ایسی چیز میں جس کے لئے کوئی اصل نہیں ہے، اھ۔[1]

تو تعجب ہے حضرت علامہ ابن الھمام جیسے عظیم المرتبۃ عالم پر کہ آپ نے بلا تحقیق مذہب حنفی کے خلاف بزازیہ کی تقلید کی۔

اس طرح شامی مصری آخر بحث میں لکھتے ہیں:

فَقَدْ عُلِمَ أَنَّ الْبَزَّازِيَّ قَدْ تَسَاهَلَ غَايَةَ التَّسَاهُلِ فِي نَقْلِ هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ۔[2]

كلام البحر صريح فی ان المحقق ابن الهمام من اهل الترجيح حيث قال عنه انه اهل للنظر فی الدليل و ح وقلنا اتباعه فی مايحققه ويرجحه من الروايات او الاقوال مالم يخرج عن المذهب فان له اختيارات خالف فيها المذهب فلا يتابع عليها كما قاله تلميذه العلامة قاسم۔

یعنی علامہ قاسم ابن الھمام کے شاگرد نے کہا کہ ابن الھمام کے لئے اختیارات ہیں اس میں آپ نے مذہب کے خلاف کیا ہے تو اس میں اس کی تابعداری نہیں کی جا سکتی۔[3]

قال العلامة قاسم فی حق شيخه خاتمة المحققين الكمال بن الهمام لا يعمل بابحاث شيخنا التی تخالف المذهب، الخ۔

---

[1] (رسائل ابن عابدین، ج ۱، ص ۳۳۲، سھیل اکیڈمی، لاھور)

[2] (شامی مصری، ج ۳، ص ۳۱۷)

[3] (رسائل ابن عابدین، ج ۱، ص ۳۲، سھیل اکیڈمی، لاھور)

علامہ قاسم نے اپنے شیخ کے بارے میں کہا کہ خاتمۃ المحققین ابن الھمام کی وہ بحثیں جس میں آپ نے مذہب کی مخالفت کی ان پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔[1]

قال تلمیذہ خاتمۃ الحفاظ الزینی قاسم بن قطلوبغا انہ لا عبرۃ بابحاث شیخنا اذا خالفت المنقول، انتھیٰ۔

قاسم صاحب نے فرمایا کہ ہمارے شیخ کی بحث جب مذہب منقول کے خلاف ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔[2]

و قد افاد العلامۃ قاسم فی فتاواہ انہ لا یعمل بابحاث شیخہ ابن الھمام المخالفۃ للمذھب۔۔۔ اتباعنا للمذھب واجب، الخ۔

اور یقیناً حضرت قاسم صاحب نے اپنے فتاویٰ میں بیان کی ہے کہ ہمارے شیخ کی وہ بحثیں جو مذہب کے خلاف ہوں، ان پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔۔۔۔ ہمارے لئے مذہب کی تابعداری واجب ہے۔[3]

ہمارے لئے بزازیہ اور آپ کی اتباع کی تقلید جائز نہیں۔[4]

شاہ انور شاہ صاحب دیوبندی کی شہادت سنو

و لیعلم أن المسألةَ فیمن دخلَ المسجد و قد صلی، أنه یُعید الظهرَ و العشاءَ. و في فتح القدیر: أنه ینوي النفل. قلت: و فیه تسامحٌ، بل المذهب أنه یُعیدُ و یصلي تلک الصلاة بعینها، الخ۔

جان لو کہ مسئلہ اس شخص کے بارے میں ہے جس نے نماز ادا کی ہو اور مسجد آیا، تو نماز ظہر اور عشاء کو امام کے ساتھ دوبارہ ادا کرے گا۔ ابن الہمام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فتح القدیر میں تصریح کی ہے کہ وہ نفل کی نیت کرے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں تسامح ہے، بلکہ اصل مذہب حنفی یہ ہے کہ وہ اعادہ کرے گا اور بعینہٖ وہ نماز دوبارہ ادا کرے گا۔[5]

(تسامح) آپ میں آسان کرنا، بیان اللسان۔

۲۔ فائدة: ذهب ابن نجیم إلی أن الشیخ ابن الهمام قد بلغ من الفقه منصب الاجتهاد، أقول: بل هو من المرجحین، و لیس بفقیه النفس. لأنه لا یأتي في الباب بشيء جدید سمحت به قریحته، و إنما یقرر کلمات القوم تقریرًا جیدًا، و لم أجد في کتابه حدیثًا زائدًا علی ما أخرجه الزیلعي، إلا في موضعین؛ أما الذي یکون فقیه النفس، فیکون له شأن یبدي عجائب، و غرائب، و تکون في ذهنه سلسلة المسائل یتفرع علیها بدون مناقضة، و لا مهاترة، انتهیٰ۔

---

[1] (رسائل ابن عابدین، ج ۱، ص ۲۴، سہیل اکیڈمی، لاہور)
[2] (رسائل ابن عابدین، ج ۱، ص ۳۳۵، سہیل اکیڈمی، لاہور)
[3] (رسائل ابن عابدین، ج ۱، ص ۳۳۵، سہیل اکیڈمی، لاہور)
[4] (رسائل ابن عابدین، ج ۱، ص ۳۳۵، سہیل اکیڈمی، لاہور)
[5] (فیض الباری شرح صحیح البخاری، ج ۲، ص ۱۴۲، المکتبۃ الفاروقیۃ)

ترجمہ: ابن نجیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرف گئے ہیں کہ ابن الہام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فقہ میں مرتبۂ اجتہاد کو پہنچے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ وہ مرتبۂ اجتہاد کو نہیں پہنچا مگر اہل ترجیح سے ہے۔ وہ باب میں کوئی نئی چیز نہیں لاتا کہ اس کا ابتدائی حصہ آسان کرے بلکہ صرف قوم کے کلمات اچھے طریقے سے ثابت کرتا ہے۔ امام زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مخرجہ اور نقل کردہ احادیث کے سوا میں نے آپ کی کتاب میں کوئی حدیث زائد نہیں پائی، مگر صرف دو جگہ۔ اور فقیہ النفس کی بہت بڑی شان ہوتی ہے۔ عجائب اور غرائب ظاہر کرتا ہے اور آپ کے ذہن میں مسائل کا ایک سلسلہ پکڑا ہوتا ہے، بغیر مناقضہ اور مھاترہ اس سے مسائل نکلتے ہیں۔[1]

نمبر۳: اسی طرح محمد انور شاہ الکشمیری الدیوبندی مسئلہ ترک فاتحہ للمقتدی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں (خیار المجلس پر تبصرہ کرتے ہوئے):

أن ترك الفاتحة للمقتدي رُوِي عن الإمام، أمَّا إن هذا الترك في أيّ مرتبةٍ هو؟ فذلك أمرٌ أوجده المتأخِّرون، وليس مَرْوِيًّا عن الإمام. فذهب ابن الهُمَام أنها مكروهةٌ تحريمًا. وزَعَمَ الناسُ أن تلك الكراهة مَرْويّةٌ عن الإمام، مع أنا لا نجدها مَرْوِيَّةً عن إمامنا في موضعٍ. غير أن النهيَ عن القراءة إذا نُقِلَ عنه، ذهبت أذهانُ الناس تَبْحَثُ عن مراتبه، فحملها بعضُهم على الكراهة، اهـ۔

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ مقتدی فاتحہ نہ پڑھیں مگر یہ ہے کہ یہ ترک فاتحہ کا مرتبہ کون سا ہے؟ اس امر کو متأخرین نے ایجاد کیا ہے، اور امام سے منقول نہیں۔ تو ابن الھمام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرف گیا کہ یہ مکروہ تحریمی ہے اور لوگوں نے یہ گمان کیا کہ یہ کراہت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے۔ اور اس کے باوجود کہ ہم اس کو کسی جگہ بھی امام سے یہ منقول نہیں پاتے ہیں۔ اس کے علاوہ کہ جب آپ سے منع از قرأۃ منقول ہوا۔ تو لوگوں کے ذہن اس طرف گئے کہ اس کے مراتب پر بحث کرتے ہیں تو بعض اس کو کراہت پر محمول کرتے ہیں۔[2]

علامہ محمد بدر عالم المیر ٹھی استاد الحدیث بدابھیلی حاشیہ البدر الساری فیض الباری میں تحریر فرمایا ہے (وقت ظہر پر بحث کرتے ہوئے):

ولعَمْري إنه شيءٌ عُجاب، أيقولون بالنَّسخ لأجلِ رواية عَنِ الإمام الهُمام جاءت على خلاف الجمهور؟

---

[1] (فیض الباری، ج۳، ص ۳۹۴)

[2] (فیض الباری شرح صحیح البخاری، ج۳، ص ۲۱۴)

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حدیث جبریل علیہ السلام کو منسوخ پر قول کرتے ہو۔ میرے عمر پر قسم کہ یہ تعجب کی بات ہے کہ امام ابن ہمام کی روایت پر خلاف جمہور پر قول کرتے ہیں۔[1]

وان رد علیه الشیخ ابن الهمام وهذا الاستدلال ناقص عندی واعتراض الشیخ ابن الهمام رحمة الله تعالیٰ علیه ساقط کما سنقرره،اھ۔

ترجمہ: اگرچہ شیخ ابن الھمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا ہے ہمارے ہاں یہ استدلال ناقص ہے اور ابن الھمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اعتراض ساقط و گرا ہوا ہے جیسا کہ ہم جلد اس کو ثابت کر دیں گے۔[2]

اس کے باوجود ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ میت کے کھانے کے سلسلہ میں فقہاء کے جو اقوال ہیں بظاہر یہ حدیث (اور گذشتہ آیات وحدیث وآثار وغیرہ) ان کے خلاف ہے۔

مثلاً بزازیہ میں لکھا ہے کہ میت کے ورثاء کی طرف سے پہلے دن (یعنی موت والے دن) یا تیسرے دن اور ساتویں دن کھانا کھلانا مکروہ ہے۔

اسی طرح خلاصہ میں مذکور ہے کہ تیسرے دن (تیجے کے نام پر) کھانے کا اہتمام کرنا اور لوگوں کو اس کھانے پر بلانا مباح نہیں ہے۔ زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ تین روز تک (غم منانے کے لئے) بیٹھنے میں مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ ممنوع چیزوں کا ارتکاب نہ ہو جیسے بچھونے بچھانا اور دعوت وضیافت کا اہتمام کرنا۔

نیز ابن الھمام نے بھی لکھا ہے کہ اہل میت کی ضیافت کرنا مکروہ ہے۔ ان فقہاء نے یہ علت بیان کی ہے کہ ضیافت خوشی میں مشروع ہے نہ کہ غمی میں (سابقہ تحقیق میں آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا ہے اور تحقیق ملاحظہ کی ہے: أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ (۱۳۳) الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ (آل عمران ۱۳۴) خوشی اور غمی میں) یعنی ان کی یہ علت اللہ تعالیٰ کے کلام کی صریح مخالف ومتصادم ہے۔

اور ابن الہام نے یہ بھی کہا ہے کہ اہل میت کی ضیافت (جو غمی میں دی جائے) بدعت سیئہ ہے۔ نیز امام احمد اور ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ (تدفین کے بعد) میت کے گھر میں لوگوں کے جمع ہونے اور اہل میت کی طرف سے کھانا دیئے جانے کو ہم نوحہ میں شمار کرتے تھے (جس کی سخت ممانعت منقول ہے)۔

[1] (فیض الباری علی صحیح البخاری، ج۲، ص۱۳۳، الناشر: دار الکتب العلمیة بیروت-لبنان)

[2] (فیض الباری شرح صحیح البخاری، ج۲، ص۳۹۰)

جواب: ممانعت کہاہے؟ کیوں نہیں لائے؟ اور دعویٰ مدلل نہیں کیا۔ پس عاصم بن کلیب کی روایت کردہ مذکورہ حدیث چونکہ فقہاء کے ان اقوال کے خلاف جاتی ہے اس لئے اس حدیث اور فقہی روایات کے درمیان تطبیق کی خاطر ضروری ہے کہ فقہاء کے اقوال کو یا تو خاص نوعیت کے ساتھ مقید کیا جائے۔ مثلاً یہ کہا جائے کہ فقہی روایات کے مطابق میت کے گھر لوگوں کو جو اکٹھا ہونے کی ممانعت ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہ لوگ محض رسمی طور پر یا ظاہر داری کے لئے میت کے گھر اکٹھے ہوں اور اہل میت کو شرما شرمی ان کے کھانے کا انتظام کرنے پر مجبور ہونا پڑے (جیسا کہ ہمارے ہاں دستور ہے کہ دور و قریب کی عورتیں میت کے گھر جا کر ڈھے جاتی ہیں اور میت کے پسماندگان گر استطاعت نہیں رکھتے تو قرض ادھار لے کر شرما شرمی ان کے کھانے پینے کا انتظام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں) یا ان فقہی روایات کو اس صورت پر محمول کیا جائے جس میں کھانے کا انتظام میت کے ترکہ سے ہو اور ورثاء میں سے کچھ صغیر السن ہوں یا موجود نہ ہوں اور یا ان کی اجازت ورضا معلوم نہ ہو (اس کی تردید امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اور مذہب حنفی سے مفصل گزری ہے، اس لئے یہ تطبیق حدیث کے خلاف اور مذہب حنفی کے خلاف ہے اس لئے مقبول ہی نہیں)۔[1]

یا کھانے کا انتظام (ترکہ سے ہو) کسی شخص نے اپنے ذاتی مالب سے نہ کیا ہو بلکہ میت کے اس مال سے کیا ہو جو ورثاء کے درمیان تقسیم نہ ہوا ہو۔ اس کا جواب بھی گزرا ہے کہ جس نے یہ انتظام کیا ہو اس شخص کے مال سے حساب ہو گا۔ ان کے علاوہ کچھ دوسری صورتیں جن میں میت کا کھانا مختلف اسباب کی بنا پر مکروہ ہے (جیسے ہمارے یہاں بعض مقامات پر دستور ہے کہ بعض مقررہ تاریخوں پر یا ان سے ذرا آگے پیچھے کھانا پکا کر محض نام آوری کے لئے کھلوایا یا بانٹا جاتا ہے (جواب: **ھلا شققت قلوبھم**) اور بعض لوگ قرض ادھار کر کے اس طرح کے اسراف کے مرتکب ہوتے ہیں۔

نیز قاضی خان کا یہ قول بھی انہی صورتوں پر محمول ہے کہ غمی اور مصیبت کے دنوں میں ضیافت کا اہتمام کرنا مکروہ ہے کیونکہ وہ دن رنج والم کے اظہار کے ہیں اور جو چیز خوشی و مسرت کے موقع کی غماز ہوتی ہے (جیسے ضیافت اور تقریب کا اہتمام) اس کو غمی کے موقع پر اختیار کرنا نہایت غیر موزوں ہے۔ ہاں اگر میت کو ثواب پہنچانے کی نیت سے فقراء کو کھلانے کے لئے کھانے کا اہتمام کیا جائے تو یہ بے شک اچھا عمل ہو گا۔

جہاں تک اس صورت کا تعلق ہے کہ اگر کوئی شخص یہ وصیت کر جائے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے مال میں سے کھانے کا اہتمام کر کے لوگوں کو تین دن تک کھانا کھلایا جائے تو زیادہ صحیح روایت کے مطابق یہ وصیت سرے سے باطل قرار

---

[1] (حالانکہ تصریح اللوثق فی ترجمۃ شرح البرزخ میں بحوالہ فتاویٰ الاوزجندی میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نقل کیا ہے کہ سرورِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے تیسرے دن صدقہ وخیرات کی۔ تفصیل مذکورہ کتاب میں ملاحظہ ہو: ص ۱۹۷، ۱۹۸، مطبوعہ راولپنڈی)

پائے گی۔ گو بعض حضرات نے کہا ہے کہ وصیت تہائی میں جائز ہو گی اور یہی قول زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔ یہاں تک جو نقل ہوا وہ ملا علی قاری کے کلام کا خلاصہ ہے۔[1]

مولانا ابراہیم بن محمد الحنبلی نے صغیری اور کبیری، مطبوعہ عزیزیہ، دہلی میں ان کا یہ قول اپنے طرز پر نقل کر کے تحریر فرمایا ہے کہ بزازیہ کی کتاب لاستحسان میں ہے کہ اگر فقراء کے لئے طعام تیار کریں تو اچھا ہو گا۔ مگر یہ نظر اور اعتراض سے خالی نہیں کیونکہ جریر بن عبد اللہ کی حدیث جو ذکر ہوئی اس کے سوا کراہت پر کوئی دلیل نہیں۔ اور یہ صرف موت کے وقت کراہت پر دلالت کرتا ہے نہ کہ اس کے بعد پر۔[2]

اور اس کے علاوہ یہ ہے کہ جریر صاحب کا قول عاصم بن کلیب کی حدیث جس کو امام احمد نے صحیح سند سے روایت کیا اور ابو داؤد نے روایت کیا۔ پھر عاصم کی حدیث تفصیل سے نقل فرما کر لکھا کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ اہل میت کا طعام تیار کرنا اور اس کو لوگوں کو کھلانا مباح ہے۔

میں کہتا ہوں کہ عاصم صاحب کی حدیث مرفوع ہے اور حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت موقوف ہے۔

اور قاعدہ مسلمہ یہ ہے، مولوی عبد الحئ لکھنوی ھدایۃ میں تحریر کرتے ہیں:

تعلق الشافع بحدیث ابن عباس لا یصح لان ذلک موقوف علیه۔[3]

بحوالہ نھایۃ: والموقوف لا یصح الاستدلال به۔

یعنی متقابلہ ومرفوع پر موقوف پر استدلال صحیح نہیں۔[4]

ایضًا قال ما رواہ الخصم اما فعل الصحابة او قوله وما روینا فعل الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابه وسلم۔

یعنی خصم کی نقل کردہ روایت یا صحابی کا فعل ہے یا قول ہے اور ہماری روایت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا فعل ہے لہٰذا خصم کا قول ہم پر حجت نہیں بن سکتا۔[5]

والموقوف لا یصح حجة۔

---

[1] (مظاھر الحق جدید غازی پوری، دیوبندی، ج۵، ص۵۰۷، ۵۰۹)

[2] (ص ۵۱۳)

[3] (ھدایۃ، ج ۱، ص ۷۰)

[4] (ھدایۃ، ج ۱، ص ۷۸)

[5] (ھدایۃ، ج ۱، ص ۱۶۵)

موقوف پر حجت پکڑنا صحیح نہیں ہو سکتا۔[1]

أن الحجة في الحديث المسند دون المقطوع، اھ۔

یعنی حجت حدیثِ مرفوعہ پر ہوتی ہے مقطوع پر نہیں۔[2]

اسلام جریر بن عبد اللہ البجلی

قبض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم فی شھر ربیع الاول ۱۱ھ ۱۸ جون ۶۳۲ء

عَنْ جَرِيرٍ: هُوَ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَبُو عَمْرٍو، أَسْلَمَ فِي السَّنَةِ الَّتِي تُوُفِّيَ فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -. قَالَ جَرِيرٌ: أَسْلَمْتُ قَبْلَ مَوْتِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بِأَرْبَعِينَ يَوْمًا، وَنَزَلَ الْكُوفَةَ وَسَكَنَهَا، الخ۔

ترجمہ: سن گیارہ ہجری بارہ ربیع الاول بمطابق ۱۸ جون ۶۳۲ء سردار دوجہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔ جریر ابن عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے حضور مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی رحلت سے چالیس دن قبل اسلام قبول فرمایا، اور کوفہ جا کر وہاں سکونت اختیار کی۔ (اسماء الرجال میں یہ مذکور ہے)[3]

حرف الجیم: وذکر فی قولہ: کنا نری الاجتماع: ماضی استمراری فھو یداہ ما قال حکیم غلان جان قیس نعمانی نقشبندی خطیب جامع مسجد مرھتی رسالپور۔

اور جریر صاحب ماضی استمراری میں بات کرتے ہیں اس لئے حکیم غلام جان نے فرمایا ضبط الآثار لھدایۃ الاسرار، ص ۳۷ میں اور اس طرح خواجہ پیر صالح محمد صاحب نے ضبط الآثار لھدایۃ الاسرار، ص ۳۸ میں کہ حضرت جریر ابن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانۂ جاہلیت کا وقوعہ بیان فرماتے ہیں کہ کسی آدمی کی وفات کے وقت ہم میں یہ رواج تھا کہ گاؤں کے لوگ جمع ہو کر جلسہ کرتے تھے اور گھر والے کھانے کا انتظام کرتے تھے، اھ۔

تو ابن جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم اس کو سرود سے شمار کرتے تھے۔[4]

یہ دور اسلامی میں اہل اسلام کا دستور نہیں جیسا کہ تفصیل صحیح اسناد سے دستور اسلام سات دن[1] تک صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں میت کے لئے صدقات کرنا تھا وہ بھی جریر صاحب کے قول کو غیر اسلام کے دور کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں۔

---

[1] (عنایۃ بر فتح القدیر، ج ۱، ص ۱۹۶)

[2] (عمدۃ القاری، ج ۵، ص ۸)

[3] (مرقاۃ المفاتیح، ج ۱، ص ۲۹۲، الناشر: دار الفکر، بیروت—لبنان، اکمال فی اسماء الرجال، ص ۵۸۹)

[4] (ضبط الآثار لھدایۃ الاسرار، ص ۳۷، حضرت خواجہ پیر صالح محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جورھاتھیان فی مؤلفہ ضبط الآثار لھدایۃ الاسرار، ص ۳۸)

یہ بھی عام قاعدہ ہے کہ جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔[2]

اس طرح بیان شدہ آیات، احادیث مرفوعہ، احادیث فعلیہ اور احادیث تقریری کے مقابلہ میں اس پر استدلال باطل ہے۔۔۔ صحیح نہیں۔

اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ کراہت جواز منع نہیں تھا۔

قاضی بر فتاویٰ ھندیۃ میں ہے:

وأصل الكراهة لا يمنع الجواز كالصلاة في الأرض المغصوبة۔

یعنی اصل کراہت جواز کو منع نہیں کرتا جیسا کہ غصب شدہ زمین پر نماز پڑھنا۔[3]

باقی رہی ابن ماجہ وغیرہ کی یہ حدیث:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ أَبُو سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أُمِّ عِيسَى الْجَزَّارِ، قَالَتْ: حَدَّثَتْنِي أُمُّ عَوْنٍ ابْنَةُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ جَدَّتِهَا أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ، قَالَتْ: لَمَّا أُصِيبَ جَعْفَرٌ، رَجَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَهْلِهِ، فَقَالَ: إِنَّ آلَ جَعْفَرٍ قَدْ شُغِلُوا بِشَأْنِ مَيِّتِهِمْ، فَاصْنَعُوا لَهُمْ طَعَامًا. قَالَ عَبْدُ اللهِ: فَمَا زَالَتْ سُنَّةً حَتَّى كَانَ حَدِيثًا، فَتُرِكَ۔

ترجمہ: مذکورہ سند کے ساتھ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے اور رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنے گھر کو حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر سے واپس ہوئے تو اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ آل جعفر اپنے مردہ کی غمی میں مشغول ہیں ان کے لئے طعام تیار کرو۔ عبد اللہ نے فرمایا کہ یہ اس وقت تک سنت تھا کہ بدعت سیئہ بنا تو چھوڑ دیا گیا۔[4]

صاحب انجاح الحاجۃ نے ابن ماجہ میں فرمایا:

قوله حتى كان حديث فترك اى ترك عمله او ترك من حيث السنة بل صار بدعة مذمومة۔

راوی کا یہ قول یہاں تک کہ بدعت ہوا تو یہ کام چھوڑ دیا گیا یعنی اس عمل کو چھوڑ دیا ی کہ من حیث سنت چھوڑ دیا گیا بلکہ بدعت سیئہ بنا، اھ۔[5]

---

[1](اور اس کے علاوہ وعن طاووس كانوا يستحبون أن لا يتفرقوا عن الميت سبعة أيام، الخ۔ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ مستحب جانتے تھے کہ سات دن تک میت سے منتشر نہ ہوں، الخ۔ (عمدۃ القاری، ج۸، ص۱۰۱))

[2](اعلاء السنن، ج ۲، ص ۵۷۵، ج ۲، ص ۲۱۰، ج ۲، ص ۲۴۹)

[3] (فتاوی الهنديه، ج ۱، ص ۲۰۶)

[4] (سنن ابن ماجه، ج ۱، ص ۱۱۵، ۱۱۶، نور محمد کراچی)

[5] (ابن ماجه، ۱۱۶)

ایک جواب تو ابن ماجہ ہی سے روایت میں ثابت ہوا کہ اہل بیت کے لئے طعام تیار کرنا اور ان کو بھیج دینا بدعت سیئہ اور حرام ہے۔

جواب ۲: یہ کہ اس حدیث شریف میں اہل غم کے لئے طعام تیار کرنے کا حکم دیا گیا مگر یہ کہ غم والے کھانا نہ پکائیں کوئی منع ہی نہیں اور بغیر نہی شرعی کراہت ثابت نہیں ہو سکتی جیسا کہ تفصیل گزری ہے۔

جواب ۳: یہ کہ غزوۃ الموتہ سن ۸ ہجری جمادی الاول میں ہوا۔ تاریخ ضیاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں ہے اسماء بن عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جس روز موتہ کے میدان جنگ میں حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں (گیارہ ساتھیوں) نے شہادت کا شرف حاصل کیا اس روز رحمت عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا جعفر کے بیٹوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں انہیں لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے انہیں پیار سے سونگھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے ٹپکنے لگے یہاں تک کہ ریش مبارک بھیگ گئی۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں حضور کیوں رو رہے ہیں؟ کیا جعفر اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں کوئی اطلاع ملی ہے؟ فرمایا وہ آج شہید ہو گئے ہیں یہ سن کر میری بے ساختہ چیخ نکل گئی۔ میری چیخ سن کر بہت ساری عورتیں جمع ہو گئیں۔ ہادیٔ برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس وقت مجھے ارشاد فرمایا اے اسماء! کوئی بیہودہ بات زبان پر نہ لانا اور اپنے رخساروں کو طمانچے نہ مارنا۔[1]

مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر جرف کے مقام پر جمع ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ثنیۃ الوداع تک تشریف لائے وصیت کی: میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور ہم رکاب مسلمانوں سے بھلائی کی تاکید کرتا ہوں اللہ کے منکروں سے جنگ کرو، کسی سے دھوکہ نہ کرو، بد دیانتی نہ کرو، بچے کو اور عورت کو قتل مت کرو، بوڑھوں اور خانقاہوں والوں کو قتل نہ کرو، درخت نہ کاٹو، الخ۔[2]

---

[1] (تاریخ ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ج ۴، ص ۳۷۹، سبل الهدی والرشاد، ج ۶، ص ۱۵۳)

[2] (ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ج ۴، ص ۳۶۴)

موتہ میں شہداء کی تعداد کتنی تھی؟

وجميع من قتل من المسلمين يومئذ اثني عشر رجلا، وهذا أمر عظيم جدا أن يقاتل جيشان متعاديان في الدين أحدهما الفئة التي تقاتل في سبيل الله تعالى عدتها ثلاثة آلاف، وأخرى كافرة عدتها مائتا ألف مائة ألف من الروم ومائة ألف من نصارى العرب۔

ترجمہ: غزوہ موتہ کے دن بارہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید ہوئے۔ یہ ایک عظیم الشان واقعہ ہے کہ دو لشکر دین کے بارے میں حد سے زیادہ تعدی کریں۔ ان میں ایک اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کرتے تھے، ان کی تعداد تین ہزار تھی۔ اور دوسرے کافر تھے ان کی تعداد دو لاکھ اہل روم اور ایک لاکھ نصاریٰ عرب تھے۔[1]

ان بارہ شہداء کے نام یہ ہیں:

۱۔ حضرت بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔ حضرت بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۔ حضرت مسعود بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۔ حضرت وہب بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۶۔ حضرت عباد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۷۔ حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۸۔ حضرت سراقہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۹۔ حضرت ابو کلیب بن عمرو بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۰۔ حضرت جابر بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یہ دونوں سگے بھائی تھے)

۱۱۔ عمرو

۱۲۔ عامر (یہ دونوں بھی سگے بھائی تھے)

اور سعد بن حارثہ بن عبادہ کے فرزند تھے۔[2]

---

[1] (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج۸، باب ۴۰، ص ۱۳۷، ۱۳۸)

[2] (ضیاء النبی ﷺ، ج۴، ص ۳۷۱، سبل الهدی والرشاد، ج۶، ص ۱۵۵)

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے چچا ابو طالب کے بیٹے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بھائی اور آپ سے دس سال بڑے تھے۔[1]

آپ کی شہادت کے دن آپ کے اہل وعیال کے زیادہ مشغول ہونے کا اندازہ آپ اس حدیث مبارکہ سے کرسکتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے پاس زید بن حارثہ، جعفر اور ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے (غزوۂ موتہ میں) شہید کر دیئے جانے کی اطلاع آئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم (مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم) میں بیٹھ گئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے چہرہ پر رنج وغم کے آثار نمایاں تھے اور میں (آپ کی کیفیت) دروازے کے سوراخ سے دیکھے جارہی تھی کہ اتنے میں ایک شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ "جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کی عورتیں اس اس طرح کررہی ہیں (یعنی اس نے ان کے رونے کا ذکر کیا) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اسے حکم فرمایا کہ وہ جاکر انہیں منع کردے۔ وہ چلا گیا (تھوڑی دیر بعد) دوسری مرتبہ واپس آکر بتایا کہ عورتیں نہیں مان رہی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے پھر اس سے فرمایا کہ جاکر منع کردو۔ کچھ دیر کے بعد پھر تیسری مرتبہ آیا اور کہا کہ یارسول اللہ! خدا کی قسم وہ عورتیں ہم پر غالب آگئیں (یعنی وہ ہمارا کہنا نہیں مان رہی ہیں) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گمان ہے کہ (یہ سن کر) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے یہ فرمایا کہ "ان کے منہ میں مٹی ڈالو" حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں (اس شخص سے) کہنے لگی کہ "خدا تمہاری ناک خاک آلود کرے تمہیں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے جو حکم دیا ہے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟ اور تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو رنج پہنچانے کا سبب بنے۔ (بخاری ومسلم)[2]

یہ تو گزرا ہے کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان کو روتے ہوئے چھوڑ آئے تھے ان کو کچھ نصیحت کرکے آئے اور ان کے رونے کا حال دیکھ کر تو اس لئے اپنے گھر والوں کو ان کے لئے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا وہ بھی صرف ایک وقت یا ایک دن ہی کا تھا۔ نہ تو ان کے ہمسایوں کو کچھ حکم اور نہ دیگر گیارہ شہداء کے اہل وعیال کے لئے طعام تیار کرنے کا کسی کو حکم دیا۔ اگر اہل غم والے کے گھر میں طعام تیار کرنا منع ہوتا سارے شہداء کے لئے طعام تیار کرنے کا حکم دیتے اور اس گھر میں طعام تیار کرنے سے منع فرماتے، **فافہم**۔

---

[1] (عمدۃالقاری، ج۸، ص۱۳۷)

[2] (مشکوٰۃالمصابیح، ص۱۵۲، مظاہر الحق جدید، ج۲، ص۱۴۷، بخاری، ج۳، ص۱۷۳، ج۲، ص۶۱۱)

سوال: کیا جنگ موتہ میں حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ گیارہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو شہید ہوئے ان کے اہل کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے کسی کو طعام تیار کرنے کا حکم دیا؟ جبکہ ان میں دو گھرانوں سے دو دو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید ہوئے۔ اگر نہیں کیا ہو تو یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ اس گھر میں پہلے دن بھی طعام تیار کرنا اور کھانا ہرگز ہرگز منع نہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کہاں سے واپس آئے اور کہاں آئے؟

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آل جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر سے واپس ہو کر اپنے گھر تشریف لائے۔ طبرانی کی حدیث مرویہ حضرت ابی امامہ اور ابن عساکر ج ۱۲، ص ۴۲ یہاں تک کہ اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں آئے اور وہ کہتی تھیں: اے میرے چچا! تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے شخص کو رونے والے رولیں۔ اس کے بعد طعام تیار کرنے کا حکم دیا۔ یہی وجہ ہے کہ فتاویٰ قاضی خان میں فقیہ النفس نے لکھا ہے کہ اگر فقراء کے لئے طعام تیار کیا تو اچھا ہے[1]، ج ۴، ص ۷۸۱، باقی رہی یہ بات کہ لوگ اہل میت کے ہاں از خود جمع ہو کر وہاں ڈیرے ڈال لیں کہ ہم طعام کرتے رہیں اور ان کو (اہل میت کو) اس پر مجبور کرتے رہیں کہ ایسا کریں۔ نہ تو یہ کوئی عاقل وبالغ کرتا ہے اور نہ کبھی کرے گا۔

اس کے باوجود فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

فان قام المقتدی فی فی عرض الطریق و اقتدی بالامام جاز و یکرہ۔

اگر مقتدی راستے کے عرض میں کھڑے ہو کر امام کے ساتھ اقتداء کی جائز ہے اور مکروہ ہے۔[2]

وأصل الكراهة لا يمنع الجواز كالصلاة في الأرض المغصوبة۔

یعنی اصل کراہت جواز کو منع نہیں کرتی جیسے غصب کردہ زمین پر نماز ادا کرنا۔[3]

استفتاء: در مکان میت از روز مردن او بعام معمولی در جائے کہ ہمیشہ بعام پختہ می شد پختن جائزست یانہ؟ ھو المصوب۔ جائز است واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحئی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔

---

[1] (اور جس نے تیار کیا، تیار کرنے والے کے حصے میں شمار ہو گا جیسا کہ تفصیلاً گزرا ہے۔)

[2] (فتاویٰ قاضی خان، ج ۱، ص ۴۴)

[3] (فتاویٰ قاضی خان، ج ۱، ص ۹۸)

میت کے فوت ہونے کے دن سے معمول کے ساتھ طعام اس جگہ کہ وہاں ہمیشہ طعام پکایا جاتا ہے پکانا طعام جائز ہے یا نہ؟

اب جواب یہ ہے کہ جائز ہے۔[1]

سوال: مستحب اطعمہ کتنے ہیں؟

جواب: قال الكرمانی قالوا الضيافات ثمانية أنواع الوليمة للعرس والخرس بضم المعجمة وسكون الراء وبالمهملة للولادة والاعذار بكسر الهمزة وبالمهملة ثم المعجمة للختان والوكيرة بفتح الواو للبناء والنقيعة لقدوم المسافر من النقع وهو الغبار والوخيمة بكسر المعجمة للمصيبة والعقيقة لتسمية الولد يوم السابع من ولادته والمأدبة بضم الدال وفتحها الطعام المتخذ للضيافة بلا سبب وكلها مستحبة الا الوليمة فانها تجب عند قوم، كذا فی المجمع۔[2]

دیوبندیوں کے مولوی انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

والضيافة على أنواع تسعة: منها الوتيرة والوكيرة والطعام الذي يصنع على ختم تعمير المكان، والطعام وقت القفول عن السفر، والضيافة التي تكون يوم الإيجاب والقبول في النكاح، وليس إجابة الدعوة مؤكدة، وفي بعض كتب الشافعية الوجوب، وإليه تشير عبارة الهداية۔[3]

یہاں باقی کا نام نہیں لکھا۔

اور فیض الباری علی صحیح البخاری میں باب الولیمۃ میں حق پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماہیں:

وفي المقام مباحث، تعرض إليها ابنُ العربي، ونأتيک ببعضها. قال: الأطعمةُ السندسية طعامُ الأملاک. الوليمة: طعامُ العُرس. الخرس: طعام الولادة، العَقِيقة: طعام حَلق رأس المولود، الغزيرة: طعام الخِتان، الوضيمة: طعام الخاتم النقيعة: طعام القادم من السفر، الوكيدة: طعام بناء الدار، النجعة: طعام الزائر، الترل: مايقدم قبل الطعام، المائدة: كلّ طعام يُدعى إليه ما كان، الخ۔[4]

یہاں پر نو اقسام بیان کر کے طعام کھانے سے پہلے جو کھایا جاتا ہے اس کو ترل سے تعبیر کیا گیا ہے اور مائدہ جس پر لوگوں کو بلایا جاتا ہے اس کو اس ہی مناسبت سے مائدہ کہا جاتا ہے۔

---

[1] (مجموع الفتاویٰ علی خلاصۃ الفتاویٰ، ج ۱، ص ۱۹۹، منشی نولکشور، لکھنؤ)

[2] (بخاری، ج ۲، ص ۷۷۶، حاشیہ ۵، کرمانی، ج ۶، ص ۳۳۴، نووی، ج ۱، ص ۴۵۸، تعلیق محمود علی سنن ابی داؤد لفخر الحسن الگنگوهی، ج ۱، ص ۲۸۷، ابوداؤد حاشیہ ۴، ایچ ایم سعید، کراچی)

[3] (العرف الشذی، ص ۳۵۷، ص ۳۵۸)

[4] (فیض الباری، ج ۴، ص ۲۹۸)

اور دیوبندیوں کے مولوی محمد ذکریا المہاجر نے اوجز المسالک الی موطا امام مالک میں لکھتے ہیں:

ذکر نووی تبعا لعیاض ان الولائم ثمانیة الإعذار, الخ۔[1]

و اما طعام الاملاک فیسمی الشندخ ای یتقدم غیرہ سمی طعام الاملاک بذلک لانہ یتقدم الدخول, الخ۔

اور ابن عربي نے اس کو اطعمۃ سندسیۃ کہا مگر یہ قاعدہ یہ ہے کہ لا مشاحة في الاصطلاح۔[2]

الغرض آٹھ یا نو اصطلاحات میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ دونوں روایات میں کوئی تضاد نہیں ہے، اور یہ شوافع رحمہم اللہ تعالیٰ اور احناف رحمہم اللہ تعالیٰ دونوں کا متفقہ فیصلہ ہے۔

الوضیمة: بکسر ضاد: طعام یتخذ للمصیبة۔[3]

میت کا کھانا: منجد: طعام المأتم۔[4]

طعام المأتم۔[5]

مأتم: ھو مجتمع الرجال و النساء فی الحزن و السرور, ثم خص به اجتماع النساء للموت۔

ماتم: کسی کی موت پر رنج اور افسوس، رونا، پیٹنا، اصل لغت میں عام شادی یا غم میں مردوں یا عورتوں کا مجمع (جمع ہونے کی جگہ)۔[6]

وضیمة: بالفتح بروزن مدینہ ضیافت ماتم از شرح نصاب و منتخب و کشف۔[7]

وضیمه: ماتم کی ضیافت۔[8]

ماتم: عورتوں کا مجمع، اھ۔[9]

---

[1] (اوجز المسالک، ج۴، ص۳۱۷، مکتبہ امدادیہ، ملتان)

[2] شرح زاد المستقنع للشنقيطي: (11/267)

السؤال: مامعنى قول العلماء رحمهم الله: لا مشاحة في الاصطلاح؟

الجواب: الاصطلاح لا مشاحة فيه, بمعنى: أن لكل قوم أن يَصطلحوا على تسمية الشيء باسمه كاصطلاح بينهم, فلا يأتي واحد ويخطئهم, أو يبين عوارهم في اختيار هذا, فهذا مصطلح لهم, ولا مشاحة في الاصطلاح. وإذا اختلف اثنان, فإما أن يختلفا حقيقة أو صورة, فالخلاف ينقسم إلى: خلاف حقيقي و خلاف لفظي, فالخلاف اللفظي هو خلاف المصطلحات۔

(عمدۃ القاری، ج۲۰، ص۲۱۶، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

[3] (مجمع بحار الأنوار، ج۵، ص۸۲)

[4] (القاموس المحیط، ج۴، ص۱۸۷)

[5] (لسان العرب، ج۲، ص۳۳۴)

[6] (مجمع بحار الانوار، ج۴، ص۵۴۴، بیان اللسان، ص۷۱۰)

[7] (غیاث اللغات، ص۵۴۳)

[8] (حسن اللغات، ص۹۴۸)

[9] (حسن اللغات)

الوضیمة: میت کا کھانا۔[1]

وضیمه: ماتمی ضیافت، غمی کا کھانا (ولیمہ کی ضد)۔[2]

ماتم: مصیبت، آفت، سیاپا، سوگ، رنج، غم، ملال، الم، اندوہ، کہرام، مرنے کا غم وغیرہ۔[3]

الغرض اس طعام کو مستحب اور بہترین طعام کہا گیا ہے، جس کی تفصیل آپ نے ملاحظہ کی۔ جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم سے گزرا ہے کہ ماتم کے روز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حکم سے پہلے دن تلبینہ تیار کی جاتی۔

الصدقة ترفع النار

امام بخاری عدی بن حاتم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ اگرچہ کھجور کے ایک حصہ سے ہو۔[4]

صاحب فیض الباری نے لکھا کہ حاصل یہ ہے کہ اس حدیث شریف میں ہے کہ اس کی مثل پر تصدق کرنا آگ کے دفع کرنے کے لئے مفید ہے۔[5]

تو کیا پہلے دن سے اپنے مردہ کو عذاب سے بچانا نہیں؟

طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی مرفوعًا: آپ میں سے کوئی اپنے آپ کو بچا جائے اگرچہ کھجور کے ایک حصہ سے ہو۔[6]

اور باب ترک الحائض الصوم کے تحت لکھا ہے:

السابع فیه أن الصدقة تدفع العذاب وأنها تكفر الذنوب۔

اس باب میں کہ حائض عورت روزہ چھوڑ دے میں حدیث نقل فرما کر آگے استنباط الاحکام میں فرمایا ساتواں اس میں یہ ہے کہ صدقہ کرنا عذاب کو دفع کرتا ہے اور یہ گناہوں کا کفارہ بنتا ہے۔[7]

---

[1] (مصباح اللغات، ص ۹۵۲)

[2] (فیروز اللغات اردو، ص ۱۴۱۱)

[3] (فیروز اللغات، اردو)

[4] (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۹۰)

[5] (فیض الباری، ج ۳، ص ۸، فتح الباری، ج ۳، ص ۲۸۴، کرمانی، ج ۴، ص ۲۱۳)

[6] (عمدة القاری، ج ۸، ص ۴۰۰)

[7] (عمدة القاری، ج ۳، ص ۴۰۴، مکتبه رشیدیه، کوئٹه)

ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے: بے شک آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ہمیں اپنا وعظِ بلیغہ سنایا تو فرمایا اے لوگو! موت سے پہلے توبہ کرو اور نیک اعمال میں جلدی کرو (یعنی جلد ہی کرو) اس سے پہلے کہ آپ مشغول ہو جائیں اور آپ کے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے درمیان جو ہے اس کو پیوند کرو اللہ تعالیٰ کے کثرتِ ذکر سے اور کثرت صدقہ سے پوشیدہ اور ظاہر میں تجھے رزق دیا جائے گا اور تمہاری امداد کی جائے گی اور تم نیک ہو جاؤ گے۔[1]

اور مجموع الفتاوی لابن تیمیہ میں ہے:

إِذَا تُصُدِّقَ عَنْ الْمَيِّتِ عَلَى مَنْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ أَوْ غَيْرِهِمْ ؛ يَنْفَعُهُ ذَلِکَ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ ، وَكَذَلِکَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ مُحْتَسِبًا وَأَهْدَاهُ إلَى الْمَيِّتِ نَفَعَهُ ذَلِکَ وَاَللَّهُ أَعْلَمُ۔

ترجمہ: جو لوگ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں جب میت کی طرف سے ان کی خیرات کی اور یا اور لوگوں پر تو اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہ مردہ کو نفع اور فائدہ دیتا ہے۔ اور جس نے ثواب کی نیت سے تلاوت کی اور اس کو مردہ کو ھدیہ کر دیا تو یہ مردہ کو نفع دیتا ہے۔ واللہ اعلم۔[2]

اس کے بعد میں بندہ خادم العلماء حضرت علامہ بدر الدین عینی کی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری سے کچھ حوالہ جات نقل کرنے کے بعد مختصر تبصرہ علم عقائد سے نقل کرتے ہوئے اپنے اس رسالہ کو حالات کی نزاکت کی وجہ سے ختم کرنا چاہتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق اور موقع دیا تو تفصیلی بیان دوسرے رسالہ میں قلم بند کروں گا۔

آپ نے کتاب الحیض، حدیث ۳۰۹ سے استنباط احکام میں تحریر فرمایا ہے:

السابع فيه أن الصدقة تدفع العذاب و أنها تكفر الذنوب۔

یعنی صدقہ اور خیرات عذاب کو دفع کرتا ہے اور گناہوں کا کفارہ بنتا ہے، گناہوں کے لئے کفارہ ہے۔[3]

أن يطعم الولي عن الميت كل يوم مسكينا مدا من قمح و هو قول الزهري و مالک و الشافعي في الحديد۔۔۔ يطعم عنه عن كل يوم صاعا من غير البر و نصف صاع من البر و هو قول أبي حنيفة۔

[1] (طريقۂ محمديه، ج۲، ص ۵۲، حديقة، ج۲، ص ۸۹، بريقة المحموديه، ج۳، ص ۳۹۹، كوئٹه)

[2] (مجموع الفتاوى، ج۲۴، ص ۳۳۱)

[3] (عمدة القارى، ج۳، ص ۴۰۴)

یعنی ایک روز کے صوم کے بدلے میں گندم کا ایک مد مسکین کو ہر روز کے بدلے میں دے گا۔ یہ امام زہری اور امام مالک اور امام شافعی کا قول جدید ہے اور امام ابو حنیفہ کے ہاں گندم کے علاوہ اور اجناس سے ایک پیمانہ مساوی تقریباً ساڑھے تین سیر انگریزی اور گندم سے اس کا آدھا ہر روز کے صوم کے بدلہ میں دے گا، جس کی اس نے وصیت کی ہو۔[1]

یہ ہے اس میت کا حکم جس کے ذمہ صیام، نماز کی قضاء ہو۔ (تفصیل بعد میں)

کھانا پکانا اور کھانا اور جماع کرنا اس گھر میں جہاں مردہ پڑا ہو ملاحظہ ہو: عمدۃ القاری، ج۲۱، ص۱۲۷ جس کی کچھ تفصیل گزری ہے، وہاں ملاحظہ ہو۔

علم عقائد کی کتب سے اقتباس

عقائد النسفیۃ اور اس کی شرح العقائد میں ہے:

(وفي دعاء الأحياء للأموات وصدقتهم) أي: صدقة الأحياء (عنهم) أي: عن الأموات (نفع لهم) أي: للأموات خلافاً للمعتزلة ولنا ما ورد في الاحاديث الصحاح, الخ۔

ترجمہ: زندوں کی دعا اور صدقہ، خیرات میں مردوں کے لئے نفع اور فائدہ ہے۔ معتزلہ فرقہ کے لئے اس میں خلاف اور ہمارے لئے دلیل یہ ہے کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔[2]

صاحب الکتاب عمر بن محمد النسفی وهو من المجتهدين فی فروع الحنفية ومن اتباع الامام ابی منصور الماتریدی فی اصول نبراس، ص ۱۵۔

یعنی نسفی صاحب فروع میں مجتہدین میں سے ہیں مذہب حنفی میں اور اصول میں ابو منصور ماتریدی کے تابع ہیں۔[3]

وقد يدفع عنه بدعاء او صدقة او نحو ذلک۔[4]

اور یقیناً عذاب قبر دعا اور خیرات وغیرہ سے صاحب قبر سے رفع کیا جاتا ہے وغیرہ میں سے ایک مثال ملاحظہ ہو:

عن حميد بن حميد عن انس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم أنه قال: صفق الرياح وقطر الاقطار علی قبر مؤمن كفارة لذنوبه۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ مؤمن کی قبر پر ہوائیں اڑنا (آندھی) اور بارش برسنا اس کے گناہوں کا کفارہ ہے۔[1]

---

[1] (عمدۃ القاری، ج ۱۱، ص ۸۴)

[2] (شرح العقائد النسفية، ص ۱۲۳، ۱۲۴، شوکۃ الاسلام فی اللکنوی)

[3] (نبراس شرح لشرح العقائد، ص ۵۷۸، ۵۷۹)

[4] (نبراس، ص ۳۱۴)

اس لئے قبر پر کوئی چیز ڈالنا مکروہ ہے۔[2]

اور صاحب طحطاوی نے فرمایا کہ یہ وہ ہے جس کو میں نے بعض افاضل کی تحریر میں کہ کفایۃ الشعبی کو منسوب تھا دیکھا۔[3]

علامہ عبد الرحمٰن الصفوری الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے:

رأيت في كتاب المختار و مطالع الأنوار عن النبي صلى الله عليه و سلم أنه قال لا يأتي على الميت أشد من الليلة الأولى فارحموا امواتاكم بالصدقة فمن لم يجد فليصل ركعتين, الخ۔

کتاب مذکورہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے روایت ہے کہ پہلی رات سے سخت ترین رات مردہ پر نہیں آتی، تو اپنے مردوں پر رحم صدقہ کرنے سے کرو، اور اگر صدقہ کے لئے کوئی چیز نہیں تو دو رکعت نماز ادا کرو۔[4]

صدقات اور خیرات کرنے والوں کا حال بھی مختصراً سنیں۔

رب العالمین کا ارشاد ہے:

الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِنْهُ وَفَضْلًا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (البقرة ۲۶۸)

ترجمہ: شیطان تمہیں اندیشہ دلاتا ہے محتاجی کا اور حکم دیتا ہے بے حیائی کا اور اللہ تم سے وعدہ فرماتا ہے بخشش اور فضل کا اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

اور سنن نسائی میں احمد بن شعیب النسائی اپنی سند سے عبد اللہ سے حدیث شریف بیان کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ آكِلُ الرِّبَا وَمُوكِلُهُ وَكَاتِبُهُ إِذَا عَلِمُوا ذٰلِكَ وَالْوَاشِمَةُ وَالْمَوْشُومَةُ لِلْحُسْنِ وَلَاوِي الصَّدَقَةِ وَالْمُرْتَدُّ أَعْرَابِيًّا بَعْدَ الْهِجْرَةِ مَلْعُونُونَ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ آكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَمَانِعَ الصَّدَقَةِ وَكَانَ يَنْهَى عَنِ النَّوْحِ, اه۔

پہلی حدیث میں آیا کہ صدقہ سے منع کرنے والا قیامت کے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زبان پر ملعون ہوگا۔ اور دوسری حدیث میں کہ صدقہ سے منع کرنے والے پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے دنیا میں لعنت کی ہے۔ (یعنی مانع الصدقہ دنیا اور قیامت دونوں جہانوں میں ملعون ہے)۔[5]

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ (الحشر ۲)

ترجمہ: تو عبرت لو اے نگاہ والو۔

---

[1] (الفتاوی التاتارخانیہ، ج۳، ص ۲۷، رشیدیہ کوئٹہ، جواہر النفیس، ص ۱۱۳)

[2] (مستخلص، ج ۱، ص ۳۲۵، حاشیہ۷، طحطاوی، ص ۵۰۵، فتاوی برھنہ، ج ۱، ص ۳۶۱)

[3] (مراقی الفلاح، ص ۱۳۱، میر کتب خانہ، کراچی)

[4] (نزھۃ المجالس، ج ۱، ص ۲۶)

[5] (سنن النسائی، ج ۲، ص ۳۸۰)

ایضاً فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا (٣٦) الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ (النساء ٣٧)

ترجمہ: بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا، جو آپ بخل کریں اور اوروں سے بخل کے لیے کہیں۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (النساء ١٤٥)

ترجمہ: بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں۔

تمت بالخير

خاتمة

سبحان ربک رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين: ثم هذه الرسالة بحمد الله وعونه وحسن توفيقه والحمد لله وحده وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسليما كثيرًا دائمًا ابدًا لاينقطع عدد ما كان وعدد ما يكون وعدد ما هو كائن فى علم الله ورضى الله عن اصحابه اجمعين والحمد لله رب العالمين، آمين، ثم آمين!